

# شیشے کے گھر



رضا اکیڈمی (پبلیشرز) لاہور پاکستان



شیشے کے گھر

محمد عبد الحکیم شرف قادری

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)  
لاہور — پاکستان

زیر اہتمام

مرکزی ہزمہ - امام غزالی روئے لاہور - 39

35-G



# فہرست

- ۴ شیشے کے گھر
- ۸ اہل حدیث کی دہابیت سے نفرت
- ۱۱ انگریزی دور میں نشوونما
- ۱۱ انگریزی دور میں اٹھان
- ۱۵ تقلید ائمہ اور اجماع کا انکار
- ۱۴ چھوٹا مائتہ اور بڑی بات
- ۱۹ غیر مقلدین کی تقلید
- ۲۲ فرقہ قلیلہ
- ۲۴ فتنوں کا سرچشمہ
- ۱۱ علماء دیوبند اور اہل حدیث
- ۲۶ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ
- ۲۷ بے ادب اور گستاخ
- ۱۱ خصصتوں کا مجموعہ
- ۲۸ غیر مقلد ہونا آسان
- ۱۱ ادب و تہذیب سے دور
- ۱۱ یتیم پر بھی شُبہ
- ۲۹ ابطالِ صفت
- ۱۱ فتنوں کے بانی غیر مقلدین کے لہجے سے
- ۱۱ انگریز کی نظرِ کرم
- ۳۰ بے ادب اور گستاخ
- ۳۴ تنبیہ علیٰ عنوان

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۷

۱۹۸۸

نام کتاب شیشے کے گھر

تصنیف محمد عبدالحکیم شرف قادری

ناشر رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

مطبع احمد سجاد آرٹ پریس - موہنی روڈ - لاہور

ہدایہ دُعاۓ خیر حق مبین رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) - لاہور

بیرونِ جاٹ کے حضرات ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ

بھیج کر طلب فرمائیے

پتہ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ - لاہور مسجد رضا

محبوب روڈ - چاہ میراں - لاہور ۳۹

پاکستان فون: ۲۵۰۳۳۰





- ۳۶۔ مستند خیر خواہ
- ۳۷۔ اہل حدیث اور انگریز
- ۴۱۔ کیا یہ تحریک انگریز کے خلاف تھی؟
- ۴۶۔ گرداب حیرت
- ۵۰۔ کارڈز کون تھیں؟
- ۵۱۔ انوکھا معیار تحقیق
- ۔۔۔۔۔ مقصدِ جہاد
- ۵۳۔ سرحدی مسلمانوں سے جہاد
- ۵۵۔ واقعہ بالاکوٹ کے بعد
- ۶۱۔ گورنمنٹ سے روابط
- ۔۔۔۔۔ بدینہ نیاز لارڈ ڈفرن اور ایچی سن کے حضور
- ۶۳۔ ملکہ برطانیہ کے حضور اہل حدیث کا ایڈریس
- ۶۵۔ ملکہ کا خطاب
- ۶۶۔ لارڈ ڈفرن کے حضور
- ۷۱۔ سپاسنامے کے شرکاء
- ۔۔۔۔۔ ایچی سن کے حضور
- ۷۲۔ دربارِ دہلی میں ارمغانِ عقیدت
- ۷۳۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد
- ۷۴۔ ہندوستان دارالاسلام ہے
- ۔۔۔۔۔ جہاد کہیں بھی نہیں ہو سکتا
- ۷۸۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہدین مفسد، بدکردار، باغی
- ۷۹۔ جہاد حرام
- ۸۰۔ سرٹیفکیٹ
- ۔۔۔۔۔ رفتارِ زمانہ سے واقف

- ۷۱۔ خوفناک انگریزی منظم
- ۔۔۔۔۔ مادرِ مہربان
- ۸۲۔ ملکہ بہاری سلطنت ہی کے لیے بنائی گئی
- ۔۔۔۔۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے
- ۔۔۔۔۔ ملکہ کی خیر خواہی میں جان دینا باعثِ فخر
- ۸۳۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہد بے وقوف تھے
- ۔۔۔۔۔ برٹش گورنمنٹ ہی میں ہماری ترقی ہے
- ۔۔۔۔۔ مسلمانوں کو برٹش کا مطیع بنانا
- ۸۴۔ انعام و فنا
- ۸۶۔ میاں ندیر حسین دہلوی
- ۔۔۔۔۔ پہلا دور
- ۸۸۔ دوسرا دور
- ۹۱۔ انعام یافتہ وفادار
- ۹۲۔ حالتِ جنگ میں درس جاری رہا
- ۹۳۔ جہاد باعثِ ہلاکت و معصیت
- ۹۵۔ انگریزی میم کی حفاظت
- ۹۷۔ سرٹیفکیٹ
- ۹۸۔ راولپنڈی کی نظر بندی
- ۱۰۱۔ سفرِ حج اور کشن دہلی کی چٹھی
- ۱۰۲۔ ہندوستان دارالامان
- ۔۔۔۔۔ گورنمنٹ خدا کی رحمت
- ۱۰۴۔ نواب صدیق حسن خاں جھوپالی
- ۔۔۔۔۔ زبیر ترقی
- ۱۰۷۔ باد کا عزم گناہِ کبیرہ



- ۱۰۸۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہدین مرتکب کبیرہ
- ۱۰۹۔ شرائطِ جہاد مفقود
- ۱۱۰۔ غدر میں اہل حدیث نے حصہ نہیں لیا
- ۱۱۱۔ جہاد نہیں فساد تھا
- ۱۱۲۔ سب سے زیادہ خیر خواہ؟
- ۱۱۳۔ ملکہ بھوپال کے اعزازات
- ۱۱۴۔ دورِ ابتلاء
- ۱۱۵۔ حسدِ یاد آیا
- ۱۱۶۔ وفات
- ۱۱۷۔ بحالی
- ۱۱۸۔ تصانیف
- ۱۱۹۔ دعوائے مجددیت
- ۱۲۰۔ ڈپٹی منیر احمد دہلوی
- ۱۲۱۔ ترجمہ قرآن
- ۱۲۲۔ انگریز ہی سلطنت کے اہل ہیں
- ۱۲۳۔ انعام
- ۱۲۴۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری
- ۱۲۵۔ اہل حدیث کا نفرنس کا ایک مقصد حکومت و فساداری
- ۱۲۶۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری
- ۱۲۷۔ تفسیر یا تحریف؟
- ۱۲۸۔ مرزا بیوں کے پیچھے نماز بانز
- ۱۲۹۔ حکومتِ برطانیہ سے وفاداری پر اصرار
- ۱۳۰۔ اُجلی پیشانیاں
- ۱۳۱۔ برٹش گورنمنٹ کے خطاب یافتگان

## شیشہ کے گھر

علماء اہل سنت و جماعت کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ وہ اربابِ اقتدار کی چو کھٹ پر پہنچائی  
 کو اپنے دینی منصب اور مقام کے خلاف سمجھتے ہوئے ہمیشہ اس سے مجتنب رہے۔ وہ غیر مسلم حکمران تو  
 کبھی مسلمان سلاطین اور نوابوں سے بھی تعلق خاطر رکھنے کے روادار نہ ہوئے۔ ایک دفعہ امام  
 احمد رضا خاں بریلوی سے ریاستِ نانا پارہ کے نواب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی گئی  
 تو آپ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک لغت لکھی اور مقطع میں فرمایا  
 کروں مدحِ اہلِ دولتِ رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا  
 میں گداہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارہ ناں نہیں  
 ایسے بے نفس اور بیکہ و رعب و تقویٰ حضرات کا انگریزی حکومت سے راہ و رسم کھنے  
 اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خوشامد اور تعلق سے کام لینے کا کوئی انصاف پسند  
 دیانت دار تصور بھی نہیں کر سکتا، یہی روایت آج تک جاری ہے۔  
 پیش نظر مقالہ میں علماء اہل حدیث کی فکری اور سیاسی تاریخ کا ایک حصہ پیش کیا گیا ہے  
 احسان الہی ظہیر کی طرح خود ساختہ نتائج اخذ نہیں کئے گئے، بلکہ ان کی کتابوں کے اقتباسات  
 من و عن پیش کر دیئے گئے ہیں۔ مقامِ حیرت ہے کہ اتنا کمزور اور نازک ماضی رکھنے کے باوجود  
 غیر مقلدین، علماء اہل سنت پر انگریز نوآزی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرتاتے



کچھ عرصہ سے انہوں نے اہتمام پر دوازی کی مہم چلا رکھی ہے، اس لیے انہیں آئینہ دکھانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقالہ کے مطالعہ کے بعد قارئین یہ محسوس کیے بغیر نہیں ہو سکیں گے کہ ان پر شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلون انڈازی کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے  
دیوار آہنی ہے، حماقت تو دیکھتے

## اہل حدیث کی وہابیت سے نفرت

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اہل حدیث، اہل تک وہابیت سے نفرت اور بیزاری کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے گورنمنٹ برطانیہ سے بڑی کوششوں کے بعد وہابی نام کی جگہ اہل حدیث منظور کرایا۔ ذیل کے چند اقتباسات اس حقیقت کو عیاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

”ہند کے لوگوں کو وہابیہ نجدیہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور نہایت

بے وقوفی اور صریح غلطی ہے۔“

اس الزام کو رد کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں،

”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن و حدیث پر عامل ہیں، ان کا نام اہل سنت و جماعت ہے نہ وہابی۔ اور ہندوستان کے اکثر مسلمان سنی مذہب رکھتے ہیں نہ مذہب جنسلی۔ اور علماء اسلام نے جہاں تعداد بہتر فرقوں اس امت اسلام کی لکھی ہے اور نام بنام ان کو لگنا ہے، ان میں کہیں کسی جگہ کسی فرقہ کا نام وہابیہ نہیں بتلایا۔

لے صدیق حسن خاں بھوپالی نواب، ترجمان وہابیہ، ص ۱۴

اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو دین قدیم اسلام میں کوئی نئی راہ و طریقہ یا جدید مذہب و فساد کی بات نکالے، اس کا نام بدعتی اور ہوائی ہے اور وہ دوزخیوں میں ہے، پھر کس طرح کوئی سچا مسلمان کسی نئے طریقہ نکالے ہوئے پر چل سکتا ہے اور وہ کب کسی لقب جدید کو اپنے لیے پسند کر لے گا، نہ غور کیجئے نواب صاحب کتنی صراحت کے ساتھ کہہ گئے ہیں کہ وہابی نجدی سچے مسلمان نہیں، بلکہ دوزخی ہیں، اس کے علاوہ جنابیوں کے سنی ہونے کی بھی نفی کر گئے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والا جریدہ اشاعت السنۃ تمام اہل حدیث کا ترجمان رہا ہے، اس میں لکھا ہے،

”اہل حدیث کو وہابی کہنا لائبل (مزیل حیثیت) ہے۔“

نیز لکھا،

”وہابی باغی و منکر، حرام۔“

غلام رسول مہر لکھتے ہیں،

”وہابی کا لفظ اس لیے بھی غلط تھا کہ یہاں کے اہل حدیث کو نجد کے وہابیوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اہل نجد جنسلی ہیں۔ اہل حدیث کسی امام کے متقلد نہیں، لیکن انگریزوں نے انہیں زبردستی ”وہابی“ کہنا شروع کیا، اس کے خلاف متنبی کوششیں ہوئیں، وہ بالکل درست تھیں لے

لے صدیق حسن خاں بھوپالی نواب، ترجمان وہابیہ، ص ۱۴

لے اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۱۰ (حاشیہ)

لے ایضاً، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۳۴

لے غلام رسول مہر، اقادات مہر (مذہب ڈاکٹر شبیر مہار خاں پتی، شیخ غلام علی، لاہور، ص ۳۶)



مگر آج کے اہل حدیث بڑے فخر سے اپنا تعلق وہابیت اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے جوڑ رہے ہیں، آخر کیوں؟ سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ نجدی ریالوں کی چمک دمک اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ

ذرا افراطِ عقیدت دیکھئے، مجدد الدعوة السلفية فی شبه الجزيرة وامام اهل التوحيد محی السنۃ قاطع الشوک والبدعة شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ ایک ایک لفظ میں ریالوں کی کھنک محسوس کی جاسکتی ہے۔

## شرفاوری

۴ ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ  
۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## انگریزی دور — زمانہ ترقی

مختہ پاک و ہند میں انگریز کی آمد تک تمام مسلمان سُنی حنفی مسلک سے وابستہ تھے۔ سلاطین بھی اکثر و بیشتر حنفی تھے، البتہ بعض بادشاہوں نے نئی راہیں اپنانے کی کوشش کی، مگر انہیں عامۃ المسلمین کی تائید و حمایت حاصل نہ ہو سکی۔ بعض مقامات پر فقہ جعفری کے پیروکار بھی پائے جاتے تھے۔ کہیں کہیں فقہ شافعی پر عمل کرنے والے بھی موجود تھے، مگر غالب اکثریت احناف ہی کی تھی۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔“ لے

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کمتر اہل حدیث ہیں۔“ لے



جب سے اس سرزمین پر انگریز کے مخوس قدم آئے، تو دین و مذہب سے آزادی اور بے راہروی کی بھی چل نکلی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث لکھتے ہیں:

”اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا۔ جنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے! لہ

آزاد روی کی یہ ہوا اتفاقاً نہیں چلی تھی، بلکہ اس میں انگریزی حکومت کی منشا بھی شامل تھی۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

”فرمانروایان بھوپال کو ہمیشہ آزادی مذہب میں کوشش رہی جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے۔ . . . . . دولت عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیم و حدیث ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے، کسی جگہ مجرد تہمت و افتراء پر کارروائی خلاف واقع نہیں فرمائی، بلکہ اشتہار آزادی مذہب جاری کیے۔ مزید لکھتے ہیں:

”اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا، تو وہی شخص ہوگا جو آزادی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آتا ہے، جما ہوا ہے۔“ لہ

خاص طور پر جنفی، شافعی وغیرہ مذاہب سے آزادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ آزادی ہماری مذاہب جدیدہ سے عین مراد قانون انگلشیہ ہے۔“ لہ

لہ محمد حسین بٹالوی

اشاعت السنۃ ج ۱۹ - شماره ۸، ص ۲۵۵

لہ صدیق حسن خاں بھوپالی

ترجمان وہابیہ (مطبع محمدی لاہور) ص ۳۰

لہ الضم

ص ۵

لہ الضم

ص ۲۰

ملکہ وکٹوریہ کے جشنِ Jubilee پر غیہِ مقلدین کی طرف سے جوائنٹ ریس (سپانسامہ) پیش کیا گیا اُس کی ایک شق یہ تھی:

”وہ خصوصیت ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔“ لہ

مولوی محمد حسین بٹالوی، حکومت کے ”وہابی“ کی بجائے اہل حدیث نام لاث کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فرقہ اہل حدیث، گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر دل عزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ و انسرتے لارڈ ڈفرن اور اپنے پیارے اور رحم دل اور فیاض لفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچی سن کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور رجوع و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے (جوہ شمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں) علی الخصوص احسان آزادی مذہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے بڑھ کر ایک خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہے) لہ

ایک جگہ تو پوری صراحت کے ساتھ غیر مقلدین کی آزادی کو انگریزی حکومت کے اشارہ ابرو کا مہون منت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ لوگ (غیر مقلدین) اپنے دین میں وہی آزادی برتتے ہیں، جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے، خصوصاً دربارِ دہلی میں جو سب ربار کا سر دار ہے۔ . . . . . یہ آزادی سرکار برٹش کو یا ان کو جو اس حکومت میں اظہار

لہ محمد حسین بٹالوی

اشاعت السنۃ ج ۹ - شماره ۲، ص ۲۰۶

لہ الضم

ص ۲۰۳



اپنی آزادی مذہب خاص کا کرتے ہیں، مبارک رہے۔ اب تامل کرنا چاہیے کہ دشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی قید میں اسیر (مقلد) ہے یا وہ ہوگا جو آزاد و فقیر (غیر مقلد) ہے۔ لے

محمد حسین بٹالوی اپنے فرقے کا تعلق تمام سلف صالحین سے قطع کر کے صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقلد ہونا ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ فرقہ اہل حدیث بجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی (ابوبکر، عمر فاروق، علی مرتضیٰ، عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کسی تابعی (حسن بصری، زہری، سعید بن المسیب وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کسی امام (ابو حنیفہ، شافعی، مالک احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کسی صوفی (جنید بغدادی، شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کسی مولوی زندہ یا مردہ کا محض مقلد نہیں ہے اور اسی وجہ سے اس گروہ کا نام ان کے مخالفوں نے لا مذہب وغیرہ مقلد رکھا ہوا ہے۔ گویا صِراطِ السَّيِّئِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ والا صراطِ مستقیم فرسودہ ہو چکا تھا اس لیے نئے راستے کی ضرورت پیدا ہوئی۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اس فرقہ کے نوپیدا ہونے کی شہادت دیتے ہیں:

فقد نبتت في هذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعى لانفسها علم الحديث والقراء والعمل بهما على العلل في كل شان مع انها ليست في شئ من اهل العلم والعمل والعرفان لے

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان و ہا بیہ، ص ۳

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۹، شمارہ ۳، ص ۷۲

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، الخطۃ (اسلامی اکیڈمی لاہور) ص ۱۵۲

”اس زمانہ میں نمائش اور ریا کاری کا عادی فرقہ پیدا ہوا ہے جو اپنے علانی بھائیوں (احناف) کے مقابل حدیث و قرآن کے علم اور ہر معاملے میں قرآن و حدیث پر عمل کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ علم، عمل اور معرفت میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔“

میاں نذیر حسین دہلوی کے استاذ اور شہر مولانا عبدالخالق فرماتے ہیں:

”سوابی مبنی اس طریقۂ احداث (غیر مقلدین) کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے۔“ لے

مولوی محمد شاہ شاہجہانپوری جو خود غیر مقلد ہیں، لکھتے ہیں:

”کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں، مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آتے، بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا متحدہ کہتے ہیں، مگر مخالف فرقہ میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لا مذہب لیا جاتا ہے۔“ لے

## تقلید ائمہ اور اجماع کا انکار

ہندوستان کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت مذہب حنفی سے وابستہ تھی۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

لے عبدالخالق، مولانا، تنبیہ الضالین (مطبوع ریاض ہند، آگرہ) ص ۳

لے بشیر احمد قادری، اہل حدیث اور انگریز (ابو حنیفہ اکیڈمی، فقیر والی) ص ۱۶-۱۵

بحوالہ الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۳



”اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کٹر اہل حدیث ہیں۔“ لے  
ایسے عالم میں تشکیک کی فضا قائم کرنا اور عامۃ المسلمین کو ائمہ دین کی پیروی سے منع  
کرنا، وحدتِ ملی کے ختم کرنے کی جانب پہلا قدم تھا، غیر متقلدین کے پہلے امام شاہ اسماعیل دہلوی  
لکھتے ہیں:

”اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چہتے ہیں کتنے پہلوں کی رسموں  
کو پھڑکتے ہیں۔ کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انہوں  
نے اپنے ذہن کی تیزی اجتہاد سے نکالی ہیں، سند کھڑتے ہیں اور سب سے بہتر  
راہ یہ ہے کہ اللہ و رسول کے کلام کو اصل رکھتے اور اس کی سند کھڑتے۔“ لے

حالانکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ متقلدین قرآن و حدیث کے ان احکام پر عمل کرتے ہیں جو  
ائمہ دین نے بیان کیے جن کے علم و فضل اور تقویٰ و دیانت پر تمام دنیا کے مسلمان متفق ہیں،  
جبکہ غیر متقلدین پر اہر راست قرآن و حدیث سے احکام حاصل کرنے اور اجتہاد کے مدعی ہیں،  
ان غیر متقلدین کو قرآن و حدیث کے فہم میں ائمہ مجتہدین سے کیا نسبت؟ جن کی جلالت اور ثبات  
پر دنیا کے تمام مسلمان متفق ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاذا كان جاهل في بلاد الهند او بلاد ما وراء النهر  
وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب  
من كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد لمذهب  
ابي حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهب لان حنيفة  
يخلع بركة الشريعة ويبقى سدا مهما لاه

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمانِ دہلیہ، ص ۵۷

لے اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان (اخبار محمدی دہلی) ص ۳

لے ولی اللہ محدث دہلوی شاہ، الانصاف (مکتبہ اشیتق استانبول) ص ۲۲

”جب ہند اور ماوراء النہر کے شہروں میں کوئی بے علم شخص ہو اور وہاں کوئی  
شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور ان مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو اس  
پر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور اس پر حرام ہے کہ امام  
کے مذہب کو ترک کرے، کیونکہ وہ اس وقت شریعت کا قلابہ (گلے سے) اتار  
پھینکے گا اور بے کار اور مہمل رہ جائے گا۔“

### چھوٹا مٹہ اور بڑی بات

نواب صدیق حسن خاں اپنے زمانہ کے مدعیانِ علم کے بارے میں لکھتے ہیں،  
اس سے واضح ہو جائے گا کہ عالم کون ہے اور بے علم کون؟

ان قصاصی نظر ابتداء هذا الزمان في علم الحديث  
في مشارق الانوار فان توفعت الى مصابيح البغوى فطقت  
انها تصل الى درجة المحدثين وما ذاك الا لجهلهم  
بالحديث بل لو حفظهما عن ظهر قلب وضم اليهما من  
المتون مثلهما لم يكن محدثا رحتي يلج الجمل في  
سم الخياط) وانما الذي يعده اهل الزمان بالغاً  
الى النهاية وينادونه محدث المحدثين  
ونجاسى العصر من اشتغل بجامع الاصول لابن  
الاشير مع حفظ علو الحديث لابن الصلاح او  
التقريب للنووى الا انه ليس في شئ من رتبة  
المحدثين لے



”علم حدیث میں ہمارے معاصرین کی نظر زیادہ سے زیادہ مشارق الانوار تک ہے اور اگر وہ امام بغوی کی مصابیح تک پہنچ جائیں تو اس زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ درجہ محدثین تک پہنچ گئے ہیں، حالانکہ وہ اگر ان دونوں کتابوں کو زبانی یاد کر لیں اور ان کے علاوہ دیگر متون بھی حفظ کر لیں تو وہ محدث نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سونی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔ ہمارے معاصرین جسے انتہا کو پہنچا ہوا شمار کرتے ہیں اور اسے محدثوں کا محدث اور بخاری عصر کہتے ہیں وہ ہے جو ابن اثیر کی جامع الاصول کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہو اور ابن صلاح کی علوم الحدیث یا امام نووی کی تقریب اسے یاد ہو حالانکہ اسے محدثین کا کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہے۔“

خود نواب صاحب نے ائمہ مجتہدین کی راہ پر چلنے سے جا بجا انکار کیا۔ دنیا بھر کے حنفی شافعی، مالکی اور حنبلی مسلمانوں کے اجماع کو قبول کرنے سے گریز کیا چنانچہ لکھتے ہیں،

”ہم ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی برحق کی چال چلنے والے اپنے تئیں کسی اگلے بڑے اماموں کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ نہ اپنے تئیں حنفی اور شافعی کہتے ہیں اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہیں۔ لہ اس سے چند سطر بعد اجماع کو نظر انداز کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت (اجماع کا کوئی ذکر نہیں) کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عاملوں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔“ لہ

لے صدیق حسن خاں بھوبالی،

ص ۲۰

لے ایضاً،

ائمہ مجتہدین کے اجتہادات کو مکرو فریب اور امت مسلمہ کی غالب اکثریت کو خرابیوں کے جال میں گرفتار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اور پڑھا ہر سہ کے سرچشمہ سارے جھوٹے حیلوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبوں اور دغا بازیوں کی علم رٹے (اجتہاد) ہے جو مسلمانوں میں بعد از پیغمبر برحق کے پھیلا ہے اور مہاجال ان سب خرابیوں کا بول چال فقہاء اور مقلدوں کی ہے۔“ لہ

چند سطر بعد اس سے بھی آگے کی خبر دیتے ہیں اور لکھتے ہیں:

”غرض یہ کہ اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو، تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے۔“

نواب وحید الزماں جو خود بھی غیر مقلد ہیں، اپنے بھائیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین اور صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر، صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے، اس کو بھی نہیں سنتے ہیں۔“ لہ

### غیر مقلدین کی تقلید

لطف کی بات یہ کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کو عار جاننے والے، ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کے اقوال کے آگے مقلدانہ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ نواب وحید الزماں اس غلو

لے صدیق حسن خاں بھوبالی، ترجمان دہلیہ، ص ۲۴

لے ایضاً، ص ۲۴

۳ محمد عبدالحلیم چشتی، حیات وحید الزماں (نور محمد کراچی) ۱۰۲ (کچلہ وحید اللغات) مادہ شرع شعب،



پرافسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا پس اس کے پیچھے پڑ گئے، بُرا بھلا کہنے لگے۔

بھائیو! ذرا تو غور کرو اور انصاف کرو، جب تم نے ابو حنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑی، تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟“

اسی لیے میاں نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالحق لکھتے ہیں: ”جیسے یہ نئے مذہب والے (غیر مقلدین) ہیں کہ کسی مذہب کو نہیں مانتے“ تو وہ مقرر اجماع امت مرحومہ کا مخالف ہے، اُس کو محمدی خالص جاننا عین ذلالت ہے۔“

مولانا عبدالحق لکھنوی اس قسم کے نوپیدا فرقوں کے ظہور اور ان کے پیدا ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولعمری افساد هؤلاء الملاحدة و افساد اخوانهم  
الاصاغر المشهورین بغیر المقلدین الذین سمو انفسهم  
باهل الحدیث و شتان ما بینہم و بین اهل الحدیث  
قد شاع فی جمیع بلاد الهند و بعض بلاد غیر الهند  
فخریت بہ البلاد و وقع النزاع و العناد فالی اللہ

۱۔ محمد عبدالحلیم چشتی، حیات و حیل الزمان (بحوالہ وحید اللغات) ص ۱۰۲  
۲۔ عبدالحق، مولانا، تنبیہ الضالین (طبع ریاض ہند، اگرہ) ص ۳۹

المشتکی والیہ المتضرع والملتجی بدأ الدین  
غریبا وسیعود غریبا فطوبی للغرباء۔

ولقد کان حدوث مثل هؤلاء المفسدین المحدثین  
فی الازمنة السابقة فی امر منة السلطنة الاسلامیة  
غیر مروتہ فقابلتهم اساطین الملة و سلاطین الامة  
بالصوار من المنکبة و اجر و اعلیهم الجوان من المفسنیة  
فاندفعت فتنتهم بھلاکھم ولما لم تبق فی بلاد  
الهند فی اعصارنا سلطنة اسلامیة ذات شوکة  
وقوة عمت الفتن و وقعت عباد اللہ فی المحن  
فانا للہ وانا الیہ راجعون۔“

”ملحد نیچریوں کے چھوٹے بھائی غیر مقلدین ہیں جنہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہوا ہے، حالانکہ ان کے اور اہل حدیث کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان دونوں فرقوں کا فساد ہندوستان کے تمام شہروں اور بیرون ہند کے بعض شہروں میں پھیل گیا ہے، چنانچہ شہر خراب ہو گئے اور بھگڑا اور عناد پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں شکایت، عاجزی اور التجاہے، دین کی ابتدا غربت میں ہوئی اور وہ پھر غریب ہو جائے گا۔ پس غرباء کے لیے خوشخبری ہے۔“

ایسے مفسدین اور ملحدین گزشتہ ادوار میں اسلامی سلطنت کے زمانے میں کئی دفعہ پیدا ہوتے رہے، ملت اسلامیہ کے سلاطین تلواروں سے ان کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے خاتمہ کے حتیٰ احکام صادر کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی

۱۔ عبدالحق لکھنوی، مولانا، الآثار المرفوعة (مکتبہ قدوسیہ، لاہور) ص ۹



ہلاکت کے ساتھ ان کا فتنہ سر دہوتا رہا اور جب ہمارے زمانے کے ہندوؤں میں قوت و شوکت والی اسلامی سلطنت باقی نہ رہی تو فتنے عام ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مصیبتوں میں ڈال دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

”راقم کو اگر کوئی طنز سے وہابی کہتا ہے تو تردید کی ضرورت نہیں سمجھتا لیکن اگر کوئی اہل حدیث کے نام سے یاد کرے تو اس سے برأت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اہل حدیث سے تحریب اور گروہ بندی کی بول آتی ہے۔“

## برقہ قلیہ

پاک و ہند میں غالب اکثریت مسیحی حنفی مسلمانوں کی رہی ہے۔ غیر مقلدین ہمیشہ تعداد میں کم رہے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف خود انہیں بھی رہا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے ہم خیال علماء کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”پھر خاص اپنے گروہ جو عام مسلمانوں کی نسبت ایسے ہیں جیسے آٹے میں نمک کی قلت پر اور عام مسلمانوں کی نظروں میں ان کی حقارت اور ذلت پر ترس کھاتیں اس قلت اور ذلت کو اور نہ بڑھاتیں۔“

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کہتے ہیں:

”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔“

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

لے مسعود عالم ندوی، شامیہ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (ادارہ مطبوعات سلیمانی لاہور) ص ۲۹

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۲، شمارہ ۱۲، ص ۳۷۰

لے صدیق حسن بھوپالی، ترجمان دہلیہ، ص ۱۰

”حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے۔“

ان کا یہ قول بھی قابل ملاحظہ ہے:

”اور ہند کے مسلمان اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کمتر اہل حدیث لے مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امرتسری میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔“

مظفر تماشیکہ اس تمام ترقیت اور ذلت کے باوجود دنیا بھر کی برائیوں کا الزام سواد اعظم احناف کو دینے سے باز نہیں آتے اور صاف صاف کہہ دیتے ہیں:

”اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے۔“

مطلب یہ ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد سے آج تک جو جماعت غالب اکثریت کے ساتھ موجود رہی، وہ جھوٹی ہے اور سچا فرقہ صرف وہ ہے جو انگریز کی آمد کے بعد پیدا ہوا فی الحال عجیب!

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی لکھتے ہیں:

”سارے عالم اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ باقاعدہ جماعتی رنگ میں کبھی پہلے تھا اور نہ ہی اب موجود ہے۔ صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان دہلیہ، ص ۱۵

ص ۵۷

لے ثناء اللہ امرتسری، شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴۰

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان دہلیہ، ص ۲۴



یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے، لیکن ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس فرقہ کا کہیں بھی نام و نشان تک نہ تھا۔ ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور وجود انگریز کی نظر کرم اور چشم التفات کا رہن منت ہے۔“ لہ

## فتنوں کا سرچشمہ

سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا راستہ اور طریقہ نہ صرف صراط الذین انعمت علیہم کا مصلحت ہے، بلکہ ان حضرات کی پیروی وہ بابرکت قلعہ ہے جس کے اندر رہنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نئے نئے فتنوں سے محفوظ اور مامون رہتا ہے اور جب کوئی شخص ان حفاظتی حدود کو پھلانگ جاتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس گڑھے میں جا گرے گا۔

غیر مقلدین نے اتباع ائمہ کی برستی اپنی گردن سے کیا اتاری کہ جو شخص جس شکاری کی زد میں آیا، اسی کے جال میں گرفتار ہو گیا۔

غیر مقلد عالم قاضی عبدالاحد خاٹوری لکھتے ہیں،

”پس اس زمانہ کے بھوٹے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین، سلف صالحین جو حقیقت ماجار بہ الرسول سے جا مل ہیں، وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں، شیعہ و روافض کے، یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، یہ جا مل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع۔“ لہ

محمد سعید الرحمن علوی دیوبندی لکھتے ہیں،

لہ بشیر احمد قادری، اہل حدیث اور انگریز (بجینفہ اکیڈمی، فقیر والی، ص ۶) غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں (مطبوعہ فقیر والی، ص ۳۰) لہ ایضاً،

”دعویٰ تو اہل حدیث ہونے کا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ نہایت انکار حدیث کا دیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے۔“ محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

”سر سید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات اور ملاحدیوٹ کے خیالات تھے، چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا۔“ لہ

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں،

”سید احمد خاں سنی ایس آئی دعویٰ و ہدایت کا کرتے ہیں۔“ لہ محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

”قادیان میں مرزا پیدا ہوا، تو اُس کو بھی اہل حدیث کے مولوی حکیم نور الدین بھیروی۔ جمونی اور مولوی احسن امر دہوی بھوپالی نے ویلکم یا لبیک کہا۔“

فتنہ انکار حدیث (چکڑالوی مذہب) نے مسجد چینیہ نوالی میں جو اہل حدیث کی مسجد ہے، جنم لیا اور چٹو و محکم الدین وغیرہ (جو اہل حدیث کہلاتے تھے) کی گود میں نشو و نما پایا اور یہی مسجد باقی مذہب چکڑالوی کا ہیڈ کوارٹر بن گیا۔ آج کل احسان الہی ظہیر اسی مسجد کے خطیب ہیں۔

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی لکھتے ہیں،

”اس مقصد کے لیے بھی غیر مقلدین نے اس (انگریز) کو چند نہایت مؤثر افراد فراہم کیے۔ یہ تھے لاہور کی چینیہ نوالی مسجد کے خطیب عبداللہ چکڑالوی“

لہ بشیر احمد قادری، اہل حدیث اور انگریز (مقدمہ) ص ۳

لہ محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ ج ۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۲

لہ صدیق حسن بھوپالی، ترجمان دہلیہ ص ۵۷

لہ محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ ج ۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۲



احمد دین بگوی، اسلم جبراً چوری، نیاز فتح پوری اور ان کے اتباع و اذتاب یہ اشخاص انگریز کی آرزوؤں، خواہشوں اور متناؤں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہایت تیزی سے آگے بڑھے اور فرقہ انکار حدیث کی بنیاد رکھی۔ لہ

مولوی بشیر احمد دیوبندیؒ غیر التقدید کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”جناب بٹالوی صاحب..... لکھتے ہیں: — پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر و ارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔“

## علماء دیوبند — اور اہل حدیث

دیوبندی مکتب فکر کے اعتقادات میں اہل حدیث کے ساتھ متفق ہونے کے باوجود اہل حدیث کے بارے میں تاثرات لائق مطالعہ ہیں۔

## غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ

مولوی اشرف علی تھانویؒ محمد حسین بٹالوی کے بارے میں کہتے ہیں:

”مولانا موصوف غیر مقلد تھے، مگر منصف مزاج۔ حضرت (تھانوی صاحب) نے فرمایا کہ میں نے خود ان کے رسالہ اشاعت السنۃ میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے

لے بشیر احمد قاری، اہل حدیث اور انگریز ص ۱۱-۱۰  
لے ایضاً، اہل حدیث اپنے اکابر کی نظر میں ص ۳۴

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”پچیس سال کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے۔“

حضرت گنگوہیؒ نے اس قول کو سبیل السداد میں نقل کیا ہے۔ لہ

تھانوی صاحب کے چند اقوال ملاحظہ ہوں:

”ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدی بے تعلی کی دلیل ہے، بے دینی کی نہیں، ہاں جو ائمہ مجتہدین پر تبرک کرے، تو بے دینی ہے۔“ لہ

## بے ادب اور گستاخ

”ایسے ہی اکثر غیر مقلد ہیں حدیث کا تو نام ہی نام ہے۔ محض قیاسات ہی قیاسات ہیں، اپنے ہی مقلد ہیں، حدیث کی تو سوا بھی نہیں لگی اور ایک چیز کا تو ان میں نام و نشان نہیں، وہ ادب ہے، نہایت ہی گستاخ اور بے ادب ہوتے ہیں جو جس کو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں، بڑے جری ہیں اس باب میں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے والا بڑے ہی خطرہ میں ہوتا ہے سورناتمہ کا لکھ

## رخصتوں کا مجموعہ

”حضرت مولانا محمد رفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخصتوں پر عمل کرنا ہے جس کا نتیجہ اکثر بے دینی ہے۔“

لے محمد شفیع، مفتی: عجائب حکیم الامت (دارالاشاعت، کراچی) ص ۲۴۲  
لے ایضاً، ص ۲۳۴

۳ محمد اشرف علی تھانوی افاضات یومیہ (ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان) ج ۴، ص ۲۴  
لے ایضاً ج ۴، ص ۲۶۹



## غیر مقلد ہونا آسان

”غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے، البتہ مقلد ہونا مشکل ہے، کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا، جسے چاہا بدعت کہہ دیا، جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں، مگر مقلد ایسا نہیں کر سکتا، اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ بعضے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں۔ اس کھیت میں منہ مارا، اُس کھیت میں منہ مارا، نہ کوئی کھوٹا ہے نہ تنگن ہے۔“ لے

## ادب و تہذیب کے دور

اکثر کچے محبت دنیا ہیں، بزرگوں سے بدگمانی اس قدر بڑھی ہوئی ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں اور اس سے آگے بڑھ کر یہ ہے کہ بدزبانی تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ادب اور تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئے۔ ہاں بعضے محتاط بھی ہیں۔ وقلیل ماہر لے (اور وہ بہت تھوڑے ہیں)

## نیت پر بھی شبہ

”بعضے غیر مقلدوں میں تشدد و بہت ہوتا ہے، طبیعت میں شر ہوتا ہے اور مجھے تو آلا ماشاء اللہ ان کی نیت پر بھی شبہ ہے۔ سنت سمجھ کر شاید ہی کوئی

لے محمد اشرف علی تھانوی، افاضات یومیہ، ج ۴، ص ۲۹۴

ج ۱، ص ۲۲۲

ج ۱، ص ۲۲۲

لے ایضاً،

لے ایضاً،

عمل کرتے ہوں، مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے“ لے

## ابطال سنت

”آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوء ظن کا خاص مرض ہے۔ کسی کے ساتھ بھی حسن ظن نہیں رکھتے۔ بڑے ہی جری ہوتے ہیں، جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں۔ ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرنے لگتے ہیں۔“ لے

## فتنوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے سابق مدیر، محمد سعید الرحمن علوی لکھتے ہیں: ”دعویٰ اہل حدیث ہونے کا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ نیچریت، انکار حدیث، قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے“ لے

## انگریز کی نظر کرم کا رہین منت فرقہ

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی، مدرس مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی لکھتے ہیں: ”ہندوستان میں اس فرقے کا ظہور و وجود، انگریز کی نظر کرم اور چشم التفات کا رہین منت ہے۔ ہندوستان میں جب انگریز نے اپنے منحوس قدم جمائے تو اُس نے مسلمانوں میں انتشار و غفلت، اختلاف و افتراق اور تشقت و لامرکت

لے محمد اشرف علی تھانوی، افاضات یومیہ، ج ۱، ص ۳۰۹

لے ایضاً، ج ۲، ص ۳۲۲

لے محمد سعید الرحمن علوی، تقدیم اہل حدیث اور انگریز (الوصیفہ الکیفی فقیر والی ص ۳)



پیدا کرنے کے لیے لڑاؤ اور حکومت کرو“ کے شاطرانہ اصول کے تحت یہاں کے باشندگان کو مذہبی آزادی دی، . . . . . کیونکہ وہ ابلیس سیاست تھا بنابرین وہ بخوبی جانتا تھا کہ مذہبی آزادی خالی ہی تمام فتنوں کا منبع، مصدر اور سرچشمہ ہے، اس مذہبی آزادی کے نتیجہ میں فرقہ و غیر مقلدین ظہور پذیر ہوا۔ آخر میں بطور خلاصہ لکھتے ہیں:

کیا وہ جماعت جس کے بانی اور مؤسس ایسے گھناؤنے کردار اور گھٹیا ذہن کے مالک ہوں کہ جن کی ساری زندگی انگریز پرستی اور اسلام دشمنی میں گزری ہو، جن کی زندگی کا مشن اور نصب العین ہی انگریز کی وفاداری اور جان نشاری ہو، جو انگریز سرکار کے مقاصد کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہوں، محبت وطن اور ملک و ملت کی غم خوار اور بھی خواہ ہو سکتی ہے؟ کیا ایسی جماعت صحیح اسلام کی علمبردار ہو سکتی ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔

..... جب ان کے اکابر کے کردار کا یہ حال ہے تو ان کے اصاغر کے کردار کا اندازہ، ناظرین کرام بخوبی لگا سکتے ہیں۔  
قیاس کن رنگ تان من بہار مرانہ

## بے ادب اور گستاخ

آزاد روی کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ اس طبقے کا رجحان خطرناک حد تک گستاخی اور بے ادبی کی طرف ہو گیا، علماء اہل سنت کے شدید محاسبے نے کسی حد تک روک تھام کی ورنہ سیلاب نہ جانے کہاں تک جا پہنچتا۔

لے بشیر احمد قادری:

اہل حدیث اور انگریز

ص ۶

لے البش:

ص ۵-۱۰۴

چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

● ”غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو، جب چاہے دریافت کر لیجئے، یہ

اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔“

اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ غیب کا علم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں ہے، معاذ اللہ! وہ غیب سے جاہل رہتا ہے تاوقتیکہ اس کے جاننے کا ارادہ نہ کرے۔

● اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے

آگے چھارے بھی زیادہ ذلیل ہے۔“

اس عبارت کو پڑھ کر بندہ مومن کی روح تک کانپ اٹھتی ہے: ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا میں تمام انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کرام سب ہی آگئے۔ ان کے بارے میں یہ ذلیل کلمات لکھنا کس قدر متعفن ذہنیت کا عجز ہے؟ کوئی عیسائی یہ کلمات لکھتا تو بات سمجھ میں آ سکتی تھی، مگر حیف ہے کہ یہ کلمات ایک کلمہ پڑھنے والے نے لکھے ہیں۔

● شیخ اور ان کے امثال، خواہ وہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف بہت

کا لگا دینا، اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں غرق ہونے سے بدرجہا بدتر۔ (ترجمہ) ہمیں بحث و مناظرہ سے غرض نہیں ہے۔ اگر آپ کے سینے میں دل اور دل میں نور ایمان کی کوئی کرن موجود ہے تو انصاف و دیانت کے نام پر بتائیے کہ اس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص ہے یا نہیں؟ اور کیا توحید کی تکمیل کے لیے تنقیص رسالت ضروری ہے؟ ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر عرض کرتے ہیں کہ ایسی توحید شیطانی تو ہو سکتی ہے، رحمانی سرگز نہیں! مولانا رومی اور مولانا جامی رحمہما اللہ تعالیٰ کی عظمت و ولایت کا ایک جہان معترف ہے

لے محمد اسماعیل دہلوی:

لغویۃ الایمان (اخبار محمدی، دہلی) ص ۲۳

لے البش:

ص ۱۵

لے البش:

صراط مستقیم، فارسی (مکتبہ سلفیہ لاہور) ص ۸۶



مگر اہل حدیث انہیں کن القاب سے یاد کرتے ہیں؟ مولوی نور محمد کی تصنیف شہباز شریعت کا مطالعہ کیجئے، وہ لکھتے ہیں،

ایہ جامی گنا سبھو کیا اندر تحفے کفران والے  
جو جامی رومی دے پھلگ وہ کافر سترن منہ کالے  
مثنوی رومی دے وجہ جامی شارح چک چلا یا  
ہلکیاں گتیاں والے پکوں رکھیں شرم خدا یا

یاد رہے کہ علامہ اقبال، پیر رومی کے اس قدر عقیدت مند ہیں کہ اپنے کلام میں بابجا اُن کے ارشادات کا تذکرہ کرتے ہیں اور مولانا جامی کی عظمتوں کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

کشتہ انداز ملا جامیم

نظم و نشر او علاج خامیم

اللہ تعالیٰ بزرگان دین کی بے ادبی اور گستاخی سے محفوظ رکھتے۔

عامۃ المسلمین کو بات بات پر مشرک قرار دینا، تو اس قوم کا دل پسند مشغلہ ہے۔ ذیل کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو، کس بے دردی سے تمام ائمہ کو مشرک قرار دیا ہے اور غیر شیعہ کی طور پر اپنے آپ کو بھی اسی زمرے میں داخل کر دیا ہے۔ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”پھر اللہ ایک ایسی باؤ (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا، مر جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں یعنی اللہ کی تعظیم، نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سنہ پکڑنے لگیں گے اسی طرح سے شرک میں پڑ جائیں گے۔۔۔۔۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے

لے نور محمد، مولوی:

شہباز شریعت، مطبع محمدی لاہور، ص ۳-۱۳۲

موافق ہوا۔“ لے

ان چند حوالوں کے پیش کرنے کا مقصد اس ذہنیت کی نشان دہی کرنا ہے جو اہل حد کا امتیازی وصف ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے،

تحقیق الفتویٰ  
علامہ فضل حق خیر آبادی  
اطیب البیان  
مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی  
الکو کبۃ الشہاب  
امام احمد رضا بریلوی  
مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان  
مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی

## تبدیلی عنوان

سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی نے ائمہ اربعہ کے طریقے پر چلنے کو غیر ضروری قرار دیا اور کہا کہ ان چاروں مسالک سے جو کتاب و سنت کے قریب ہو اس پر عمل کر لیا جائے اور کسی درپیش مسئلہ میں کسی بھی امام کے قول پر عمل کر لینا چاہیے۔ کسی ایک معین امام کی تقلید ضروری نہیں ہے۔ اس فرقے کا نام سید صاحب کی نسبت سے احمدی رکھا گیا۔ سید صاحب کی وفات کے بعد ان کے معتقدین میں مزید شدت پیدا ہو گئی اور انہوں نے اپنے افکار کے ساتھ ساتھ نئے نئے نام تجویز کرنا شروع کر دیئے۔ پہلے محمدی پھر مومن اور آخر میں اہل حدیث نام تجویز کیا۔ مولوی محمد شاہ بھانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اُن کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحّد کہتے ہیں، مگر مخفی فرقہ میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لاندہ سب لیا جاتا ہے (الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۳)۔“

لے محمد اسماعیل دہلوی:

تقویۃ الایمان (دہلی) ص ۵۳

لے محمد علی قصوری:

مشادہات کابل و پختستان (راجن ترقی از و کراچی) ص ۱۰۶

لے بشیر احمد قادری:

غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں ص ۱۴



غیر مقلدین کے مخالفین انہیں وہابی کے نام سے یاد کرتے تھے، حکومت کے کاغذات میں بھی یہی نام استعمال ہوتا تھا۔ غیر مقلدین کے مشہور رہنما مولوی محمد حسین بٹالوی نے باقاعدہ درخواست دے کر انگریزی حکومت سے اپنا نام "اہل حدیث" الاٹ کرایا اور حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو درخواست حکومت کو دی، اس کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

- لفظ وہابی ایسے دو بڑے معنوں میں مستعمل ہے جن سے گروہ اہل حدیث کی برائت و نفرت ثابت ہے۔ . . . . لہذا اہل حدیث اپنے حق میں اس لفظ کی استعمال جاتو نہیں جانتے اور اس کو لائبل (مزیل حیثیت) لفظ خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ مومن، لفظ کا فروعاً مسلمان، لفظ حلال غور کو۔ اور اپنی مہربان گورنمنٹ اور خواص ملک سے وہ اصرار کے ساتھ یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس لفظ سے اس گروہ کو مخاطب نہ کیا کریں۔
- یہ فرقہ گورنمنٹ کا دلی خیر خواہ، گورنمنٹ سے اس درخواست کرنے کی ہر بات کرتا ہے کہ گورنمنٹ اپنی خیر خواہ رعایا کی نسبت ایسے لفظ کا استعمال قطعاً ترک کرے۔

یہ درخواست ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو منظور ہوئی۔ بٹالوی صاحب نے اس کا تذکرہ تمام تر مضمونیت کے ساتھ کیا، لکھتے ہیں:

"اس درخواست کو ہمارے رحم دل اور فیاض لفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلس لیچی سن صاحب بہادر بالقابہ نے معرض قبول میں جگہ دی اور بڑے زور کے ساتھ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں اس کی قبولیت کے لیے سفارش کی۔

مسلمانوں کے حال پر رحم فرما و ہر دل عزیز و آسرا لے و گورنر جنرل لارڈ

ڈفرن بالقابہ نے بھی سر چارلس لیچی سن صاحب بالقابہ کی رائے زریں سے اتفاق رائے ظاہر فرمایا اور سرکاری کاغذات میں اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم فرمایا۔

نام کی تبدیل کا اہم فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، منجملہ ان نتائج کے جو ۱۸۸۶ء میں ظاہر ہوئے ہیں۔ ایک عمدہ نتیجہ یہ ہے کہ اس رسالہ (اشاعت السنہ) نے گروہ اہل حدیث کی وفاداری گورنمنٹ پر ثابت کر دی اور ان کے حق میں لفظ "وہابی" کا (جو ناواقفوں کے خیال میں ان کی وفاداری میں شبہ انداز تھا) استعمال حکماً موقوف کر دیا۔

اگست ۱۹۰۲ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی شملہ گئے، تو رپورٹ مردم شماری میں بعض جگہ اہل حدیث کے لیے لفظ وہابی لکھا ہوا دیکھا، چنانچہ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ مردم شماری پنجاب، ایچ۔ اے۔ روز کو ایک درخواست دی، جس میں لکھا:

"آزاد مہربانی و انصاف پروری اس تک نیم (بدنام) کو رپورٹ میں بدل دیا جائے۔ . . . اس بڑے لقب کو اپنے حق میں کوئی اہل حدیث استعمال نہیں کرتا۔"

ایچ۔ اے۔ روز نے یہ درخواست اپنے سفارشی ریکارڈ کے ساتھ گورنمنٹ پنجاب کو بھیج دی، پھر بٹالوی صاحب لفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ملے اور اس معاملہ کی طرف توجہ دلائی۔

"جس پر ہمارے بیدار مغز جردرس نامور لفٹیننٹ گورنر سر چارلس ریڈ صاحب

۱۔ محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنہ، ج ۹، شمارہ ۷، ص ۹-۱۹۷

۲۔ ایضاً، " " ج ۱۰، شمارہ ۱، ص ۷

۳۔ ایضاً، " " ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۱



بہادر نے حکم صادر فرمایا کہ جن کا غذا تِ مردم شماری میں لفظ "وہابی" لکھا گیا ان کو ردی کر کے از سر نو کا غذا تِ چھپائے جائیں۔ لہ

ہندوستان کی برطانوی حکومت نے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری رپورٹ میں اس فرقے کا اندراج "وہابی" کے تحت کیا ہے۔ لہ

لیکن بعد کی رپورٹوں میں ان کی درخواست پر ان کے فرقہ کو "اہل حدیث" کے حروف تہجی کے تحت لائے ہیں۔

روز نے اس فرقے کے عقائد کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے :

"اس فرقے کے پیرو دیگر تمام مسلمانوں کو مشرک" کہتے ہیں۔

۳ They call the rest of the Muhammadans Mushrik

ان تفصیلات سے اس فرقے کی حکومت سے وفاداری، حکومت کی نگاہ میں قدر و منزلت اور بٹالوی صاحب کی شبانہ روز تنگ و دو کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

## مستند خیر خواہ

نام کی اس تبدیلی کے فائدے پر اس انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے :

اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب سے ایک سرکلر جاری

لہ محمد حسین بٹالوی

اشاعت السنہ ۱۹۱۹ء شمارہ ۹، ص ۲

Obbetson, D.C. : Census Report for the Panjab, Lahore, 1882, pp. 147-48.

ose, H. R : A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and North West Frontier Province, Lahore, 1978, Vol. II p. 8

کر دیا کہ اہل حدیث کو وہابی کہنا لائے (مزمل حیثیت) ہے خود گورنمنٹ پنجاب اور اس کے اعلیٰ حکام نے اپنی چٹھیوں میں اعتراف کیا ہے کہ اہل حدیث برٹش گورنمنٹ کے بغواہ نہیں ہیں، بلکہ خیر خواہ ہیں۔ لہ

## اہل حدیث — او انگریز

اس میں شک نہیں کہ غیر مقلدین سیاست جدیدہ سے بخوبی واقف واقع ہوئے ہیں زمانے کے نشیب و فراز اور اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے گڑ سے واقف ہیں، چاہے اس کے لیے کیسے ہی جائز اور ناجائز طریقے اختیار کرنا پڑیں۔

شاہ اسماعیل دہلوی خاندان ولی اللہی میں امتیازی شخصیت کے حامل تھے علمی ماحول میں پیدا ہوئے، پہلے بڑھے اور مروجہ علوم دینیہ حاصل کیے۔ گھر سواری اور تیراکی کے خاص طور پر شائق تھے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں،

"اس کثرت سے پانی میں رہنے سے آپ کو جل مانس کا لقب دلوادیا تھا۔"

شاہ اسماعیل دہلوی کے مزاج میں ابتداء ہی سے آزاد روی پائی جاتی تھی دہلی میں جب انہوں نے اپنے حنفی آباء و اجداد اور اساتذہ کے برعکس رفع یدین شروع کیا، تو ان کے چچا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے انہیں کہلا بھیجا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، انہوں نے جواب میں فوراً یہ حدیث پڑھ دی،

من تمسک بسنتی عند فساد اُمتی فله اجر مائتہ شہید

جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو اپنائے اُس کے لیے سو شہید کا اجر ہے

لہ محمد حسین بٹالوی

اشاعت السنہ، جلد ۱۰، شمارہ ۱، ص ۱۰

لہ مرزا حیرت دہلوی

حیات طیبہ (مکتبہ السلام، لاہور) ص ۶۱



اس پر شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے فرمایا:

”بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمعیل عالم ہو گیا، مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور مانحن فیہ (ذریعہ بحث مسئلہ) میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں، بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے، یوں ہی ارسال بھی سنت ہے۔“ ۱

اسی آزاد روی کا نتیجہ تھا کہ تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی جس میں انبیاء و اولیاء کے ناموں میں ایسی زبان استعمال کی گئی جو قطعاً ان کے شایان شان نہ تھی۔ عامۃ المسلمین کو بے دریغ اور اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ محمد اعظم بیگ لکھتے ہیں،

”اور انبیاء و اولیاء وغیرہ بزرگوں کے ذکر میں گستاخانہ کلام ہمیشہ ان سے ہوتا ہے جو خلاف شان اس عظیم الشان گروہ کے ہے، چنانچہ تقویۃ الایمان وغیرہ ان کے رسائل نظم و نثر میں بہت جگہ اشارہ اس طرف ہے اور بہت عقائد جو مختلف فیہ ہیں، ان پر بڑے شد و مد سے یہ لوگ عوام کو ایک طرف کھینچتے ہیں اور تقلید خفی کو پسند نہیں کرتے۔“ ۲

اس تشدد کا خود انہیں بھی احساس تھا، چنانچہ ایک مجلس میں اسمعیل دہلوی نے کہا، ”میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک مبی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی، گو اس سے ورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔“ ۳

۱۔ اشرف علی تھانوی،

حکایات اولیاء (دارالاشاعت کراچی) ص ۱-۱۲۰

۲۔ محمد اعظم بیگ،

تواریخ ہزارہ دو کٹورہ پریس، لاہور، ۱۸۷۸ء ص ۷۷-۷۸

۳۔ اشرف علی تھانوی،

حکایات اولیاء ص ۴-۱۰۳

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی بدولت وہ شورش پیدا ہوئی جو کبھی ختم نہ ہو سکی اور مسلمانوں میں ایسی فرقہ وارانہ خلیج حائل ہو گئی کہ بعد میں اس کے پائے کی کوئی سبیل پیدا نہ ہو سکی، انگریز کو ایسے ہی افراد کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیں اور کبھی متحد نہ ہونے دیں۔ شاطر فرنگی کی سیاست کی بنیاد ہی یہ ہے کہ ”لڑاؤ اور حکومت کرو۔“ اس مقصد کے لیے وہ لوگ قطعاً موزوں نہ تھے جو قدیم طریقوں پر سختی کے ساتھ قائم رہنے میں ہی اپنی بقا تصور کرتے ہوں۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ شرک خفی کو شرک حلی قرار دینے کا اختیار کہاں سے حاصل ہو گیا؟ یہ تو خود شارع بننے کے مترادف ہے۔

انگریزوں نے تقویۃ الایمان کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کا انگریزی ترجمہ کروا کر شائع کیا، ظاہر ہے کہ بلاوجہ اتنی اہمیت نہیں دی گئی۔ سر سید لکھتے ہیں:

”جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے، ان میں ساتویں کتاب ”تقویۃ الایمان“ ہے، چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ”رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ (جلد ۱۳، ۱۸۵۲ء) میں چھپا تھا۔ یہ انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی نے کیا تھا جو ۱۸۵۲ء میں لندن سے شائع ہوا۔ شہامت علی نے دہلی کالج میں انگریزی تعلیم حاصل کی اور مختلف اوقات میں انگریزوں کے ترجمان کے طور پر کام کرتا رہا۔ خاص طور پر اس نے سرسی۔ ایم ویڈ (Wade) کے ساتھ منشی کے طور پر کام کیا تھا۔“ ۱

سید احمد بریلوی ۱۲۰۱ھ / ۱۸۸۶ء میں رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں خاموشی پسند اور علم و تعلیم سے بے تعلق واقع ہوئے تھے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں،

۱۔ سید احمد خاں، سر، مقالات سر سید (مجلس ترقی ادب، لاہور) ج ۹، ص ۱۷۸

ب: ایضاً، ج ۹، ص ۱۳۱

۲۔ منظور الحق صدیقی، پروفیسر، تاریخ حسن ابدال (ادارہ تحقیقات، پاکستان، لاہور) ص ۱۲۶



”یہ تعجب سے نظر کیا جاتا ہے کہ بزرگ سید بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجے کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم نہ ملے ہوئی ہے، کبھی کچھ آئے جاتے گا نہیں۔“ لے

”قرآن پاک پڑھنے کے بعد کریا پڑھنے کی باری آئی تو حال یہ تھا کریا کا پہلا مصرع خاصہ دُعائیہ ہے، مگر یہ بھی بزرگ سید کو تین دن میں یاد ہوا تھا اس پر بھی کبھی کریا کو بھول گئے تو کبھی برجال ماکو دل سے محو کر دیا۔“ لے

بیس سال کی عمر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پاس دہلی پہنچے اور دو سال اُن کے پاس رہے۔ ۲۳ سال کی عمر میں امیر خاں پنڈاری کے پاس مالوہ میں جا کر سواروں میں ملازم ہو گئے، پھر پاڈی گارڈ افسر بنا دیئے گئے۔ اسی دوران انہوں نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا اور وہ یہ کہ امیر خاں جو انگریزوں سے برسرِ پیکار رہتا تھا، اس کی صلح انگریزوں سے کروادی۔

”لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب — سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشے میں اتارا تھا۔ آپ نے اسے یقین دلایا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تھا ہے لیے بڑا نہیں ہے، تو تمہاری اولاد کے لیے ہم قاتل کا اثر رکھتا ہے۔“ لے

ایک عرصہ بعد امیر خاں کی ملازمت ترک کر کے پھر دہلی پہنچے۔ شاہ اسماعیل دہلوی اور مولوی عبدالحی دہلوی ایسے علماء سید صاحب کی اقتدار میں دورِ کثرت نماز ادا کر کے اتنا متاثر

لے مرزا حیرت دہلوی	حیات طیبہ	ص ۴۸۵
لے ایضاً	ص ۴۸۶	
لے ایضاً	ص ۵۱۳	

ہوئے کہ حلقہٴ بیعت میں داخل ہو گئے۔“ لے

## کیا یہ تحریک انگریز کے خلاف تھی؟

سید صاحب کی صوفیانہ وضع قطع اور شاہ اسماعیل کا علم اور زورِ خطابت جمع ہوئے تو ایک قیادت کا سامان فراہم ہو گیا۔ طے یہ پایا کہ جگہ جگہ وعظ کر کے سکھتوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے چندہ اور افرادی قوت جمع کی جائے، چنانچہ اس پر دو گرام پر پورے زور و شور سے عمل کیا گیا۔ جہاد سے پہلے مناسب معلوم ہوا کہ حج کر لیا جائے۔ ۱۲۳۶ھ میں ایک قافلہ کے ہمراہ سفرِ حج پر روانہ ہوئے۔ لے

انگریزی فکرو میں اس تمام کارروائی اور سفرِ حج کا تذکرہ کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

”اُن کو فضل رسول بدایونی نے وہابی اور سرکار کا دشمن بتلایا، سالانہ وہ کلکتہ تک گئے تھے اور ہزاروں مسلمان فوج انگریزی کے ان کے مرید ہوتے تھے، مگر انہوں نے کبھی یہ ارادہ (جہاد) ساتھ سرکار انگریزی کے ظاہر نہیں کیا اور نہ سرکار نے ان سے کچھ تعرض فرمایا، حالانکہ خاص کلکتہ سے سات سو آدمی اپنے ہمراہ لے کر حج کو گئے اور مدت دراز تک ہزاروں مریدوں کو ہمراہ لے کر ہندوستان کے شہروں میں وعظ و نصیحت کرتے پھرے۔“ لے

حج کے بعد زور و شور سے سکھتوں سے جہاد کے وعظ کہے گئے اور رواجی سے پہلے انگریزی حکومت سے باقاعدہ اجازت حاصل کی گئی۔

لے محمد علی سید	مخزن احمدی (مطبع مفید عام، آگرہ)	ص ۳۵
لے مرزا حیرت دہلوی	حیات طیبہ	ص ۵۱۸
لے صدیق حسن خاں بھوپالی	ترجمانِ دہلی	ص ۴۵



سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر مملاک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے، تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔  
اس وقت تک پنجاب اور موجودہ سرحد پر انگریز کا تسلط نہیں ہوا تھا۔ پنجاب سے ہری پور تک سکھوں کی حکومت تھی، ایسے میں سکھوں کے خلاف کارروائی کو انگریز ناپسندیدگی کی نگاہ سے کیوں دیکھتے؟ اس طرح تو ان کی راہ کا ایک سنگ گراں خود بخود دور ہو رہا تھا۔  
سبط الحسن ضیغم لکھتے ہیں:

”تحریک مجاہدین کا قیام پنجاب کی سکھ حکومت کے خاتمے کے لیے عمل میں لایا گیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے ارباب بست و کشاد بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ اس تحریک سے ان کے دو مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ وادی گنگ و جمن کی مسلم اشرافیہ کے ذہین نوجوان ترک وطن کر کے ان کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ پنجابی (سکھ) حکومت کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں، جس سے دونوں قوتیں کمزور ہو رہی ہیں۔“

ضیغم صاحب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی تصنیف ”برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ“ ص ۲۶۸-۲۶۹ کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں:

”اسی بنا پر کمپنی کے زیر تسلط علاقوں میں سید احمد اور شاہ اسماعیل کو کسی سہولت فراہم کی گئی۔ انہیں نہ صرف ہر جگہ عوام سے خطاب کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ بلکہ ان کی تحریک کے لیے چند بے کی فراہمی میں بھی انگریزوں نے تعاون

کیا۔ یہاں تک کہ ان مقامی ساہوکاروں پر انگریسی عدالتوں میں مقدمہ چلانے کی اجازت بھی دے دی جو اس روپے کو مجاہدین تک پہنچانے میں کوتاہی برتتے تھے جو انہیں اس مقصد کے لیے دیا جاتا۔ علاوہ ازیں تیل کے کارخانوں اور دوسرے کاروباری اداروں کے مقامی مزدوروں کے جہاد میں حصہ لینے کے لیے مختلف مراعات عطا کی گئیں۔“

اس تفصیل سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ تحریک انگریزی حکومت کے خلاف قطعاً نہ تھی، اس سے تو گورنمنٹ کے مقاصد کی تکمیل ہو رہی تھی۔ سرحدی مسلمان اگر اس قسم کے خدشات کا اظہار کرتے تھے، تو ان کو بے بنیاد نہیں کہا جاسکتا:

”خلیفہ سید احمد پر شک کرتے تھے کہ یہ شاید انگریز کے مشورہ سے واسطے فتح اس ملک کے آیا ہے، جہاد کا نام فرضی مقرر کیا ہوا ہے۔“

اس تحریک کے ہندوستان میں رد عمل کی بابت ۱۸۲۷ء میں میٹکاف نے گورنر جنرل کو جو رپورٹ پیش کی، اس میں لکھا ہے:

”سید احمد، مولوی اسماعیل اور ان کے پیروکار ساتھیوں نے ہماری مسلمان رعایا کے قلب و ذہن پر ہمگیر تو نہیں، لیکن ایک وسیع اثر انگیزی ضرور متب کی ہے رنجیت سنگھ کے زیر عملداری علاقوں پر ان (مجاہدین) کی حالیہ یلغار نے

دہلی کی مسلم آبادی کے دلوں میں ان کی کامیابی کے لیے مضطربانہ جذبات موجزن کر دیئے ہیں، پچاسچہ عام لوگوں کی کثیر تعداد اپنے گھر بار چھوڑ کر لشکر مجاہدین میں جا شامل ہوتی ہے اور فرجی ملازمین مستغنی ہو کر ان سے جاملے ہیں کہا جاتا ہے کہ شاہ دہلی (مہار شاہ ظفر) نے لوگوں میں اس جوش و جذبہ کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔“

لے سبط الحسن ضیغم، سید:

لے محمد اعظم بیگ،

ماہنامہ المعارف، لاہور (فروری ۱۹۸۳ء) ص ۲۱

تواریخ ہزارہ (دکٹوریہ پریس لاہور ۱۸۷۷ء) ص ۷۵

حیات طیبہ

ص ۵۲۳

لے مرزا حیرت دہلوی،



Metcalf reported the repercussions in India to the governor general in the following words: "Syed Ahmed, Maulvi Ismail, and their colleagues have established a very extensive, if not universal, influence over the minds of our Mohammedan subjects. During the period of their recent attack on Ranjit Singh's territories, the most fervent anxiety for their success pervaded the Mohammedan population of Delhi. Numbers quitted their homes and marched to join them, including some who resigned their employments in the Company's service, both the military and the civil branches, for that purpose. It is said that the King of Delhi encouraged this spirit." (PC 98 of 22.6.1827.) لے

اس تحریک کے بارے میں تحقیق و دیانت کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ انگریزوں کے خلاف برگزیدہ تھی۔ اردو ادب کے مشہور محقق اور سید صاحب کے عقیدت مند حافظ محمود شیرانی ہنٹر کے نقطہ نظر کی مدلل تردید ان الفاظ میں کی ہے:

"یہاں لفظ 'باغی' پر میرا اعتراض ہے۔ سید صاحب (سید احمد) کے سرحد پہنچنے کے وقت پنجاب و سرحد میں انگریز کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پھر سید صاحب نے انگریز سے کدھر بغاوت کی۔ سید صاحب کی تحریک ہندوستان میں شروع ہوئی اور ہندوستان میں پروان چڑھی اور یہ سب کچھ انگریز کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا، چونکہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی، اس لیے کمپنی نے دانستہ اعراض کیا اور اپنے علاقے میں اس تحریک کے دبائے کی کوشش نہیں کی اس لیے سید صاحب کو ہنٹر کا باغی لکھنا، اس لفظ کا غلط اور جلد بازانہ استعمال ہے۔  
مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

"یہ تمام باتیں ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا، سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو برگزیدہ سمجھتی تھی۔"

Khushwant Singh : History of the Sikhs, Delhi, Oxford University Press, 1977, Vol. I p. 272 F.n.

لے مجاہدہ تحقیق، حافظ محمود شیرانی (جلد ۳، شماره ۲-۳) پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ص ۲۸۸

لے مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ، ص ۵۲۳

سرسید لکھتے ہیں:

"جب صاحب کشتنر اور صاحب مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ ان کا ارادہ کچھ گورنمنٹ انگریز کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے۔" لے

خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر توجہ طلب ہیں کہ کمپنی اس تحریک کو اپنے حق میں نہ صرف بے ضرر سمجھتی تھی، بلکہ اپنے مقاصد کے مطابق قرار دیتی تھی۔

حکومت میں جہاد کے موضوع پر تقریر ہو رہی تھی۔ سکھوں کے مطالب بیان کیے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ شاہ اسماعیل دہلوی نے جواب دیا:

"ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے، ایک تو ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے۔ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر رنج نہ آنے دیں۔" لے

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب پھر کہتے ہیں کہ مولانا اسماعیل شہید کا جہاد سکھوں سے تھا جو مسلمانوں کے مذہب سے تعرض کرتے تھے، نہ انگریزوں سے جن کو کسی مذہب سے

لے سید احمد خاں، سر، مقالات سرسید مجلس ترقی ادب لاہور، ج ۹، ص ۱۲۲

لے مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ (مطبع فاروقی، دہلی)، ص ۲۹۲

نوٹ: حیات طیبہ مطبوعہ لاہور میں اختصار خاکی کے لیے یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے۔

آخری کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟ ۱۲ قادری



تعرض نہیں ہے؛ بلکہ انگریزوں سے جہاد کرنے کو وہ برطانو نایاباڑہ کہتے تھے۔ لے  
مشہور سکھ مؤرخ نوشونت سنگھ (Khushwant Singh) لکھتا ہے

The British government made no attempt to check this  
crusade against a state with which it had signed a treaty  
of friendship. لے

برٹش سرکار نے جس (سکھ) ریاست کے ساتھ تحریری معاہدہ دوستی کیا تھا، اس کے  
خلاف ہونے والے جہاد کی راہ میں کوئی مزاحمت نہیں کی۔  
مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

”جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے  
اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔  
گرداب حیرت

مولوی محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں: ”مجاہدین، انگریزوں سے جہاد کرنے کو برطانو نایاباڑہ کہتے تھے۔“  
نوشونت سنگھ کہتا ہے: ”برطانوی حکومت نے دوستوں کے خلاف مجاہدین کی کاروائی پر پابندی  
عائد نہ کی۔“ مدنی صاحب کہتے ہیں کہ ”انگریزوں نے جنگی سامان کے مہیا کرنے میں سید صاحب  
کی مدد کی۔“ مقام حیرت ہے کہ آخری جنگ میں ایک انگریز — لیگنڈر گارڈنر بھی  
”مجاہدین“ کے شانہ بشانہ لڑا تھا اور صرف شریک ہی نہیں، بلکہ ایک دستے کا کمانڈر بھی تھا۔  
اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انگریزوں نے مجاہدین کو کس حد تک امداد فراہم کی تھی اور اس

اشاعت: اسیسٹ، ج ۹، شمارہ ۲، ص ۲۹

لے محمد حسین بٹالوی

Khushwant Singh : History of the Sikhs, Delhi, 1977, Vol. I.  
p. 271.

نقش حیات (بیت التوحید کراچی)، ج ۲، ص ۱۹

لے حسین احمد مدنی

پروپیگنڈے کی حقیقت بھی بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اس تحریک کا اصل مقصد انگریزی حکومت  
کا خاتمہ تھا گارڈنر، سید صاحب تک کس طرح پہنچا؟ اس کی تفصیل خود اس نے بیان کی ہے  
”امیر (والی کابل، دوست محمد خاں) نے مال غنیمت کو تو بخوشی منظور کیا،  
لیکن موٹے جھوٹے لباس والے اہل سیف کے لشکر کو (اپنی ملازمت میں)  
قبول نہ کیا، یہ لوگ اپنے بر خود غلط اعتماد سے پشیمان اور پریشان ہو کر علاقہ چلتے  
ہاجڑ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں انہیں میر عالم خاں نے اپنی ملازمت میں  
(سید احمد غازی کی امداد کے لیے) بھرتی کر لیا۔

سید صاحب اس وقت سکھوں کے خلاف اپنی آخری لڑائی لڑ رہے تھے مذکورہ  
لشکر کی نفری دوسو پچاس تک کیسے پہنچ گئی؟ یہ امر واضح نہیں ہوتا۔

جوہنی گارڈنر، سید صاحب کی صف آرائی کے مقام پر پہنچا، اس نے فوریہ کے  
ہاتھوں ان کی شکست و ہزیمت کا نظارہ کیا، چنانچہ طلوع آدما (گارڈنر) نے  
کسی معرکہ کے بغیر لوٹ مار کے مال سے اپنا حصہ وصول کیا اور اپنے (زیر کمان)  
فوجیوں کو برخاست کرتے ہوئے انہیں واپسی کا حکم دیا، اسے مال غنیمت کی یافتہ  
کن ذرائع سے اور کس طور ہوئی؟ یہ امر واضح نہیں۔

لے جنرل وینٹورہ (Ventura) وہ پہلا غیر ملکی جنرل تھا جس نے رنجیت سنگھ کی  
فوج کو مغربی طرز پر تربیت دی، وہ ایک ایتالوی تھا جو نیپولین کی فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔  
وہ ۱۸۲۲ء میں لاہور پہنچا، اسے رنجیت سنگھ نے ملازم رکھ لیا، بہت بڑی تنخواہ اور جاگیریں  
دیں اور بڑی بڑی مہمات اس کے سپرد کی گئیں — ۳ — ۱۸۳۱ء میں (مجاہدین کے خلاف)  
جو مہمات روانہ کی گئیں، یہ اُن میں بھی شریک تھا، پھر اسے لاہور کا قاضی اور گورنر بنا دیا گیا،  
۱۸۵۸ء میں فوت ہوا۔

لے Buckland, C. E. : Dictionary of Indian Biography, Lahore,



اصل عبارت یہ ہے :

The Amir gracefully accepted the booty, but declined the swords of "the men in buckram," who, doubtlessly repenting of their misplaced confidence, drifted into the Bajour country, and accepted service with Mir Alam Khan, who hired the band, swollen in some unexplained manner to 250 men, to Syad Ahmad Ghazi, then making his last stand against the Sikhs. Gardiner reached the Syad just in time to see him routed by Ventura, whereupon the adventurer retired, and sharing out the booty, dismissed his band. Where this booty came from is also unexplained

اس تحریک کا مطالعہ کرنے والا یہ معلوم کر کے حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ یہ تحریک جو سکھوں کے خلاف تھی، اس کا ابتدائی تصادم مسلمانوں سے ہوا،

"سید صاحب نے پہلا جہاد مسیحی یا محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔"

یہ ۱۸۳۰ء کا واقعہ ہے، اس کے بعد پانچو خاں کو دعوت دی کہ سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لو، وہ بیعت پر آمادہ نہ ہوا، تو اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر اس پر چڑھائی کر دی۔ پانچو خاں جو تمام زندگی سکھوں کے خلاف برسرِ پیکار رہا، اُس نے وقتی طور پر سکھوں سے صلح کر لی اور اپنا بیٹا جہاں داد خاں بہ طور ضمانت گروی رکھ کر دو بیٹن فوج حاصل کی۔۔۔۔۔ اور مجاہدین سے اپنا علاقہ خالی کر لیا، بعد میں سکھوں کے ساتھ پانچو خاں کی جنگیں بدستور ہوتی رہیں۔ تھ

Grey : European Adventurers in Northern India, Lahore. 1929, pp. 274.

تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحر العلوم، کراچی) ج ۲، ص ۲۷۰

تاریخ تناویلیاں، تالیف ۱۸۷۵ء (مکتبہ قادریہ لاہور) ص ۵۴-۵۹

تھ عاشق الہی میرٹھی،

تھ مراد علی، سید،

الیکٹریٹر گارڈنر جو بعد میں پنجاب آرمی میں کرنل کے عہدے پر فائز ہوا اور مجاہدین کی معیت میں تھا، اس نے اس لڑائی کا چشم دید بیان ان الفاظ میں کیا ہے،

"سید احمد اور مولوی عبدالحی اپنے بقیۃ السیف ہندوستانی پیر و کاروں کی ہماری میں سکھ فوج کے جنونی اکالیوں کا مقابلہ دست بدست جنگ میں نہایت لمبے لمبے سے کر رہے تھے، انہیں اچانک یہ صورت پیش آئی کہ وہ اپنے لشکروں کی مجموعی قوت بازو سے کٹ کر رہ گئے۔ سید صاحب کا بڑا لشکر جو ان سے فاصلے پر تھا، اپنے قائد کے بغیر کسی اچھی جنگی مہارت کا مظاہرہ نہ کر پایا، جونہی میری نظر سید احمد اور مولوی عبدالحی کی جانب اٹھی، تو میں نے دیکھا کہ انہیں سینکڑوں ہتھیاروں سے چھید ڈالا گیا تھا۔ ان دونوں قائدین کے ارد گرد جتنے لوگ تھے، ایک ایک کر کے قتل ہوئے (اور سید صاحب کی فوج کا بڑا حصہ اطراف و جوانب میں تتر بتر ہو گیا) جس دم سید صاحب زخمی ہو کر گرے تو میرا ان سے صرف چند سو گز کا فاصلہ تھا، میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی فرشتہ نازل ہوا ہوا اور موصوف کو بہشت کی طرف اٹھا کر لے گیا ہو، اگرچہ ان کے بہت سے مریدوں نے بعد میں اپنی یادداشت سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے حقیقتہً اس کا مشاہدہ کیا تھا۔"

اصل عبارت ملاحظہ ہو،

Alexander Gardner, who later became a colonel in the Punjab army and was with the crusaders at the time, gave an account of this skirmish in the following words:

لے اس وضاحت میں خوشنونت سکھ کو ملاحظہ واقع ہوا ہے، مولوی سے گارڈنر کی مراد مولوی محمد اسماعیل دہلوی ہے۔ مولوی عبدالحی تو اس واقعہ سے پہلے ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۸ء کو فوت ہو گئے تھے (ملاحظہ ہو، "حیات سید احمد شہید" محمد جعفر تھانوی سری، مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۷-۲۳۶)



Grey, C : European Adventurers of Northern India, ed. by  
Garrett, Lahore, 1929, p. 274, 265-291

Khushwant Singh : Ranjit Singh, London, 1962, p. 164-65

## انوکھا معیار تحقیق

اس جماعت کے کارناموں کو منظر عام پر لانے میں مشہور مورخ غلام رسول مہر کا بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے تاریخ کی بنیاد حقائق پر رکھنے کی بجائے عقیدت پر رکھی ہے، خود اُن کا بیان ہے:

"میں مجاہدین کی شان و آبرو بہر حال قائم رکھنے کا قائل ہوں۔ اگرچہ وہ بعض

سابقہ بیانات یا توجیہات سے عین مطابق نہ ہو۔" لہ

اب اگر کوئی شخص خالص تاریخی نگاہ سے حقائق سے آگاہی حاصل کرنا چاہے تو اُسے اصل مآخذ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ عقیدے اور عقیدت کے بنیاد پر تاریخ لکھنے والوں سے اطمینان میسر نہ ہو سکے گا۔

مقصد "جہاد"

کسی بھی کام کی خوبی یا خرابی میں اس کے مقصد کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ سید صاحب کی تحریک کا تمام تر رخ سکھوں کی طرف تھا یا سرحدی مسلمانوں کی طرف؟ انگریزوں کی طرف ہرگز نہ تھا جیسا کہ اس سے پہلے باطلہ گزریچکا۔ اس تحریک کے مقصد کا ایک دوسرا پہلو بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف انہیں بنا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پرہیزی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ — اس سے آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل

'Syed Ahmed and the Maulvi (Abdul Haye), surrounded by his surviving Indian followers, were fighting desperately hand to hand with the equally fanatical Akalis of the Sikh army. They had been taken by surprise and isolated from the main body of the Syed's forces, which fought very badly without their leader. Even as I caught sight of the Syed and Maulvi they fell pierced by a hundred weapons. Those around them were slain to a man, and the main body dispersed in every direction. . . . I was literally within a few hundred yards of the Syed when he fell, but I did not see the angel descend and carry him off to paradise, although many of his followers remembered afterwards that they had seen it distinctly enough."

<sup>1</sup> Memoirs of Sir Asaf-ud-Daula, pp. 171-2.

## گارڈز کون تھا؟

اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ وہ ایک مہم جو تھا۔ امریکہ میں ۱۷۸۵ء میں ایک ڈاکٹر کے ہاں پیدا ہوا۔ ۱۸۱۲ء میں مصر اور ایران تہذیب افغانستان پہنچا اور امیر دوست محمد خان کی افغانیوں کے جیتیجہ امیر حبیب اللہ خان کے ہاں ملازم ہوا، وہ چونکہ افغانستان کے سیاسی معاملات میں ملوث تھا، اُس لیے قندھار میں گرفتار ہوا اور نو ماہ قید رہا۔ وہ موجودہ صوبہ سرحد میں اُس وقت پہنچا جب "مجاہدین" سکھوں پر آخری حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے، اُس نے اپنے آپ کو سید احمد بریلوی کے سامنے پیش کیا اور "مجاہدین" میں شامل ہو گیا، "مجاہدین" کی شکست کے بعد وہ رنجیت سنگھ کی فوج میں کرنل آف آرٹلری بنا دیا گیا۔ اُس نے رنجیت سنگھ کی موت ۱۸۳۹ء تک اُس کے لیے مہمات میں اہم خدمات انجام دیں۔ ۱۸۴۶ء میں گلاب سنگھ والی جتوں کو کشمیر کا ملازم ہو گیا اور اپنی موت ۱۸۷۷ء تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ وہ سیالکوٹ میں دفن کیا گیا تفصیل کے لیے دیکھئے:

Buckland, C. E. : Dictionary of Indian Biography, Lahore, 1975, p. 159

Khushwant Singh : Ranjit Singh, London, G. Allen, 1962, pp. 164-65.



ہوں گے۔ ہندوہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔ لے

اس پر علامہ ارشد القادری نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا:

”آپ اسی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر

اسٹیٹ (لا دینی حکومت) قائم کرنے کے لیے اٹھا تھا۔ لے

زلزلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے عامر عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ تجلی، دیوبند نے علامہ ارشد القادری کے اس تبصرہ پر داد دینے میں کسی سخی سے کام نہیں لیا وہ بطور اعتراف حقیقت لکھتے ہیں:

”ہم کتنی ہی جانبداری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریسارک میں لفظ تلخی لگتی ہے، لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے؟ کوئی افتراء ہے؟ کوئی زیادتی ہے؟

کوئی شک نہیں اگر استاذ محترم حضرت مدنی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے، تو حضرت اسماعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے۔ مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجے میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجراء آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟

لے حسین احمد مدنی، نقش حیات ج ۲، ص ۱۹

لے ارشد القادری، علامہ: زلزلہ (مکتبہ نبویہ، لاہور) ص ۱۰۰

لے عامر عثمانی: تبصرہ زلزلہ ص ۱۸۷

یہ کسی بریلوی کے رشحاتِ قلم نہیں ہیں، جنہیں تعصب قرار دے کر رد کر دیا جائے، یہ ان کے ایک عقیدت مند کا اعتراف ہے، جو بے ساختہ صفحہ قرطاس پر منتقل ہو گیا ہے۔ دراصل اختلاف عقائد کے سبب، سید صاحب عامۃ المسلمین کو منافق قرار دیتے تھے اور ان کا خاتمہ بھی تحریک کے مقاصد میں اہم مقصد کی حیثیت رکھتا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ صدر اور افغانستان کے مسلمان کٹر سُنی حنفی تھے۔ ان کے بارے میں سید صاحب رئیس قلات خان خاناں خلیجی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”جناب والا! خود غزنین کے نواح میں منافقین پر چھاپے مارنا شروع کر دیں۔۔۔۔۔ اور میں بھی ادھر سے پشاور کے منافقوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جب منافقین بدکار کی موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے تو میں جلال آباد پہنچ جاؤں گا۔ اور اسی طرح پھروں سے کابل جاؤں گا۔ اس طرح مردود و منافقین جو پشاور سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کے پاؤں ایسے اکٹھ جائیں گے۔“ لے

یہ کون سے لوگ ہیں جنہیں منافقین کہا جا رہا ہے اور جن کے استیصال کے لیے لمبے چوڑے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ سرسید کی زبانی سینے:

”مجھ کو صد پہاڑی لوگوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، لیکن میری نظر سے آج تک کوئی پہاڑی پٹھان ایسا نہیں گزرا جو سوائے حنفی مذہب کے اور کسی مذہب کا پیرو ہو یا وہابیت کی جانب ذرا بھی میلان رکھتا ہو۔“ لے

تاریخ بنانے والے اہل قلم، سرحدی پٹھانوں کو غدار قرار دیتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ نظریاتی اور اعتقادی اختلاف کو برداشت کرنے کی بجائے جب تشدد کی راہ اختیار کی گئی، سیدھے سادے مسلمان پٹھانوں کو منافق قرار دیا گیا، ان کے خلاف میدان کارزار گرم کیا گیا،

لے محمد یحییٰ خاں نیسری: مکتوبات سید احمد شہید (نفیس ایڈیٹر، کراچی) ص ۴۸

لے سید احمد خاں، سرو: مقالات سرسید (مجلس ترقی ادب، لاہور) ج ۹، ص ۱۳۹



ان پر چھاپے مارے گئے، ان کی بیوہ خواتین سے بیوہ نکاح کیا گیا، تو ان سے خیر خواہی کی توقع کس طرح کی جاسکتی تھی؟ وہ بجا طور پر مجاہدین کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتے تھے۔

”ان کی سختیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں اور بعض اوقات بیوہ خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں۔ اکثر بیواتیں جو بعض حالات میں نکاح ثانی کرنا پسند نہ کرتیں، زبردستی مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا جاتا۔ . . . . ان پاکباز مجاہدین سے اگر کوئی ناجائز فعل سرزد نہ بھی ہوتا، تو ان کا یہ کام کہ رائڈ بیوہ کی مدت گزر جانے پر ان کا نکاح جبراً کر دینا خواہ ان کی مرضی نہ بھی ہو، ان کو بدنام کرنے کے لیے کافی تھا۔“ لے

پھر پٹھانوں پر اپنے مذہبی عقائد ٹھونسنے کی بھی کوشش کی گئی جس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ ”پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں، اس لیے وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے۔“ لے

اس تشدد کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نہ نکلا؛ ”چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے، اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کر دیا۔“ لے

اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا؛

۱- سید احمد شہید کی صحیح تصویر وحید احمد سعید دہلوی

۲- امتیاز حق راجا غلام محمد

لے مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ (مطبوعہ لاہور) ص ۳۵۵

لے حمید احمد خاں، سرو، مقالات سرسید، ج ۹، ص ۴۰-۱۳۹

لے ایضاً ص ۱۴۰

۳- حقائق تحریک بالاکوٹ شاہ حسین گردیزی  
۴- تاریخ تناولیاں سید مراد علی  
۵- حقیقت افسانہ جہاد سید نور محمد قادری

## واقعہ بالاکوٹ کے بعد

اس واقعہ کے بعد مجاہدین کی قیادت صادق پور کے علماء کے ہاتھ آئی، مولوی عنایت علی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ راجہ گلاب سنگھ والی کشمیر سے برسرِ پیکار رہے۔ ان کے بڑے بھائی اور سید صاحب کے خلیفہ مولوی ولایت علی اس علاقہ میں پہنچے، تو قیادت ان کے سپرد کر دی گئی۔ ادھر ۱۸۴۹ء میں انگریزی تسلط پنجاب کو لپیٹ میں لے کر صوبہ سرحد تک پہنچ چکا تھا، انگریز جو اس سے پہلے اس تحریک کے پسینے کے مواقع فراہم کرتا رہا تھا، پنجاب سے سکھوں کا کانٹا نکل جانے پر اس نے مجاہدین کو مزید کاروائی سے منع کر دیا، کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں،

”کہنا یہ ہے اور صاف صاف کہ جب تک مجاہدین سکھوں سے اُلجھے رہے، کمپنی کی حکومت خاموش اور غیر جانبدار رہی، سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے، پتھر کول نے نجد میں عمل کیا تھا، ان کے اُستادوں نے اس فارمولے پر یہاں عمل کیا، مقصود یہ تھا کہ مجاہدین اور سکھوں کی آویزش میں سرکار عالی کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا، لیکن جو نہی پنجاب کا الحاق عمل میں آیا (۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) کمپنی اور سرکار کی نظر میں مجاہدین سے بڑا کوئی نہیں تھا۔“ لے

عبدالرحیم عظیم آبادی لکھتے ہیں،

”اس انتشار میں ملک پنجاب، گورنمنٹ برطانیہ کے تصرف میں آ گیا تھا، جب

لے مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۱۳



گلاب سنگھ کا اکثر ملک مجاہدین کے قبضے میں آگیا اور وہ تاب مقابلہ کی نہ لاسکا۔  
مالوس ہو کر سرکار انگریزی سے اعانت کا خواہاں ہوا۔

اس وقت گورنمنٹ انگریزی نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی و مولوی  
عنایت علی علیہما الرحمۃ کے لکھا کہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی سے معاہدہ کیا  
ہے اور بموجب اس معاہدہ کے اب وہ گورنمنٹ کی حمایت میں ہے۔ اب اس سے  
لڑنا عین گورنمنٹ سے لڑنا ہے، لہذا تم کو چاہیے کہ اب اس سے مت لڑو۔۔۔۔۔  
تب بڑے حضرت (مولوی ولایت علی) نے اس ملک کو چھوڑ کر سوات کے ملک میں جانا چاہا  
بالاکوٹ سے سوات جاتے ہوئے راستہ میں انگریزی فوج نے گھیر لیا۔ اس کے بعد کی  
تفصیل مولوی عبد الرحیم عظیم آبادی کی زبانی سنیں:

”اس وقت مجاہدین و جملہ فوج لڑنے کو تیار تھے مگر جناب مولانا (ولایت علی)  
نے اپنی عادل گورنمنٹ سے لڑنا مصلحت نہ سمجھ کر اطاعت افسران انگریزی کر لی۔  
ان افسروں نے مولانا کو بجائے جانے سوات کے مع لشکر طرف لاہور کے  
روانہ کر دیا۔ یہ دونوں حضرات مع فوج و توپ خانہ وغیرہ سامان جنگ زیر نگرانی  
افواج انگریزی لاہور میں پہنچے۔ ان ایام میں جان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر  
پنجاب کے تھے، صاحب بہادر استقبال کر کے مولوی صاحب کو لاہور میں لائے  
اور بعد بہت گفتگو کے یہ بات قرار پائی کہ یہ دونوں حضرات مع ہندوستانی مجاہدین  
کے اپنے وطن کو واپس جائیں اور کل اسلحہ مع توپ خانہ گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت  
کر کے اس کی قیمت سے فوج کی بٹھایا تنخواہ دے کر قربان کر دیں، اس وقت  
صرف پانچ سو مجاہدین آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ سر جان لارنس صاحب بہادر  
نے گورنمنٹ کی طرف سے مع کل مجاہدین کے آپ کی دعوت کی دوسرے روز صاحب

ممدوح نے خود اپنے رخ سے دعوت دی۔ تیسرے روز مولوی رجب علی صاحب  
نے جو مینٹشی کمشنری پنجاب کے تھے، دعوت کی۔

بعد اس کے یہ لوگ بہ اعزاز و اکرام تمام طلی مراحل کرتے ہوئے مع فوج  
مجاہدین پٹنہ پہنچے۔۔۔۔۔ پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر  
تشریف لائے اور بدستور سابق وعظ و نصائح و مراقبہ و مشاہدہ میں مصروف ہوئے  
اس طویل اقتباس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تحریک جو سرحد کے سکھوں اور  
وہاں کے مسلمانوں کے خلاف چلائی گئی تھی، اپنے منطقی انجام کو پہنچ کر ختم ہو گئی تھی۔

چند سال بعد مولوی ولایت علی اور عنایت علی وغیرہ اپنی جائیدادیں فروخت کر کے ستھانہ  
(سرحد) چلے گئے اور وہیں گوشہ نشین ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ ستھانہ  
اور سوات میں یہ لوگ کافی تعداد میں موجود تھے۔ ان کے نام ہندوستان سے مالی امداد اور متعلقین  
کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ انگریز نے جب سرحد میں اپنا تسلط جمانا چاہا، تو اس امداد کے  
سلسلے کو سختی سے بند کر دیا، ممانعت کے باوجود جن لوگوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا، ان پر مداخلت  
چلائے گئے اور انہیں کڑی سزائیں دی گئیں۔ اس معاملہ میں صادق پور کے علماء سر فہرست تھے۔  
یہ کرنا قطعاً درست نہیں ہے کہ ان حضرات نے انگریز کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا، اس لیے  
انہیں نشانہ بننا پڑا۔

سیہ طفیل احمد منگھوری جو سید صاحب کی تحریک کے دل و جان سے مداح ہیں، لکھتے ہیں:  
”یہ معاملہ متعدد بار گورنمنٹ ہند کے علم میں مقامی حکام کی طرف سے لایا گیا“  
جس پر کوئی باز پرس نہ کی گئی اور صرف نگرانی کا حکم دیا گیا۔  
مگر ۱۸۶۷ء میں جب گورنمنٹ ہند نے سرحد میں پیش قدمی شروع کی تب اس



امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ہندوستان سے سرحد کے تعلقات بالکل قطع کر دیئے جائیں، چنانچہ ۱۸۶۲ء سے ۱۸۶۷ء تک سرحدی محاربات کے دوران میں باشندگان ہند پر یکے بعد دیگرے پانچ مقدمات بغاوت چلائے گئے۔ ان مقدمات میں سب سے بڑے ملزمان پٹنہ کے خاندان کے لوگ اور ان کے مریدین متعقدین تھے۔ مولوی ولایت علی کے بڑے صاحبزادے مولوی عبداللہ اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ ان کے حقیقی چچا زاد بھائی مولوی عبدالرحیم اور آغلہ ذکر کے حقیقی ماموں مولوی یحییٰ علی اور مولوی احمد اللہ سب کے سب ۱۸۶۷ء میں اس جرم میں ممانوڈ ہوئے کہ انہوں نے اپنے عزیزوں سے خط و کتابت رکھی اور انہیں مالی امداد بھیجی، حالانکہ یہ سلسلہ ۱۸۶۷ء سے جاری تھا جبکہ گورنمنٹ نو ممبرین کی ہینڈلوں کا روپیہ انہیں وصول کرا دیتے تھے۔ مولوی عبداللہ اور مولوی یحییٰ علی پٹنہ کے بڑے روسائیں سے تھے اور اقل الذکر (مولوی عبداللہ) گورنمنٹ کے مسلم خیر خواہ تھے۔ لے

۱۸۶۲ء اور اس کے بعد عرصہ تک سرمایہ کے سرحد منتقل کرنے پر انگریز نے کوئی پابندی نہ لگائی، بلکہ معاونت کی اور ۱۸۶۴ء کے بعد کیوں پابندی لگا دی؟ وجہ ظاہر ہے کہ انگریز کے مقاصد پورے ہو چکے تھے اور اب انگریز کی نظر میں ان لوگوں کے سرحد میں قیام کا کوئی جواز نہ تھا، لہذا اس نے ہندوستان سے سرحد آنے والی مالی امداد کا پوری سختی سے دروازہ بند کر دیا جس کے نتیجے میں سرحد میں جھڑپیں بھی ہوئیں۔

## گورنمنٹ سے رابطہ

مولوی محمد حسین بٹالوی، ایڈیٹر اشاعت السنۃ، اہل حدیث کے فاضل اور فعال عالم اور ان کے "شیخ الکمل" میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے، انہوں نے اپنے فرقہ کا رابطہ عقیدت و وفاداری برٹش گورنمنٹ سے قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

"کسی قوم کی ترقی (جس میں مذہبی ترقی بھی شامل ہے) دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے اور موجودہ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی کی مراعات اور اس کے حضور عقیدت و انقیاد اور ارکان سلطنت سے رابطہ محبت و اتحاد اسباب دنیاوی سے ایک عمدہ اور قوی التأثير سبب ہے۔ لے

یہ خیال کسی کو پیدا نہ ہوا کہ مذہب بلا استعانت اسباب حسن معاشرت چل نہیں سکتا اور سلطنت وقت کے حضور میں اظہار عقیدت اور ارکان سلطنت سے ارتباط و موانست، اسباب دنیاوی سے اعلیٰ سبب ہے۔ اسی بے خیالی میں وہ (اہل حدیث) اپنی مسجدوں میں صحیح بخاری کا درس کرتے رہے یا کسی جہز میں خلوت گزریں ہو کر یا حتیٰ یا قیوم پڑھتے رہے اور کسی سے منجملہ اعیان ملک یا ارکان سلطنت ارتباط و اتحاد کا تعلق پیدا نہ کیا اور نہ کسی کے آگے اپنی عقیدت و اطاعت سلطنت کا اظہار کیا۔ لے

بقول بٹالوی صاحب اسی طرز عمل کا نتیجہ تھا کہ مخالفین نے حکومت کو یہ تاثر دینا



شروع کر دیا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے مخالف ہیں۔

”اُن کا اور اُن کے حریفوں کا یہ حال دیکھ کر اس قوم کے خادم و وکیل ایڈیٹر اشاعت السنۃ کو یہ تعجب انگریز (انگریز) خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے صرف یہی ایک فرقہ اہل حدیث ہے جو اس سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو بلحاظ امن و آزادی، اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے، کیونکہ اس فرقہ کو بجز اس سلطنت کے کسی اور سلطنت میں (اسلام) کیوں نہ ہو) پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔“ لے

یہ وہ حالات تھے جن کی بنا پر بٹالوی صاحب نے جماعت اہل حدیث کا خصوصی رابطہ گورنمنٹ سے قائم کیا اور تمام وفاداریاں حکومت کو پیش کر دیں۔

”اُدھر اپنی مہربان گورنمنٹ سے ارتباط اور ارکان سلطنت سے رابطہ ملاقات پیدا کیا، قوم (اہل حدیث) کے وفادارانہ و مطیعانہ خیالات کو گورنمنٹ تک پہنچایا اور گورنمنٹ کی نظر عنایت شاہانہ کو قوم کی طرف متوجہ کیا۔“ لے

پھر اپنی قوم کے تمام افراد اور طبقات کو پُر زور اپیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”اس تمہید کو پڑھ کر اُمید ہے ہمارے انخوان اہل حدیث، خصوصاً اُن کے اکابر و رہبر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے، بلکہ خود بھی اشاعت السنۃ کی تقلید اختیار کر کے جا بجا اسی قسم کی کاروائیاں شروع کر دیں گے۔ و اعلیٰ مدبرین اپنی مجالس و عظ و درس میں اور مصنفین اپنی کتب و رسائل میں اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور قولاً و عملاً گورنمنٹ پر اپنے پتھر اور وفادارانہ خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی سے کوشش کریں گے۔“ لے

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ ج ۹، شماره ۷، ص ۶-۱۹۵  
لے ایضاً، ص ۱۹۶  
لے ایضاً، ص ۱۹۶

اس کارروائی کا ایک حقتہ اہل حدیث نام الاٹ کرانے کی کوشش اور درخواست تھی جس کا مختصر تذکرہ گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے، اس درخواست کی توثیق پورے ہندوستان کے اہل حدیث نے کی اور تین ہزار ایک سو چھتیس اعیان و اشخاص نے دستخط کیے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بٹالوی صاحب کی کارروائی سے تمام اہل حدیث متفق تھے۔

### ہدیۂ تشکر

مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواستوں اور پے درپے کوششوں سے انگریزی حکومت نے اس فرقہ کا نام اہل حدیث تسلیم کر لیا۔ اس احسان عظیم کا شکریہ دل و جان سے ادا کیا گیا اور ہدیۂ تشکر کے اظہار کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے نہ دیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں،

۱۔ فرقہ اہل حدیث گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر دلعزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ و اُسرا لے لارڈ وفرن“ اور اپنے پیارے رحم دل اور فیاض لطفینٹ گورنر سر چارلس ایچیسن“ کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور بعض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے (جو بشمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں) علی الخصوص احسان آزادی ہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے بڑھ کر ایک خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہے) اہل حدیث لاہور نے جشنِ جوہلی کی تقریب پر کمال مسرت ظاہر کی اور قیصر ہند کی پنجاہ سالہ حکومت کی خوشی میں اہل اسلام کی مکلف ضیافت کی جس میں رؤساء، شرفاء، علماء و عام اہل اسلام رونق افروز ہوئے۔ لے

تعداد اہل دعوت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا، مگر ناظرینِ حاضرین کے قیاس میں سات آٹھ ہزار اشخاص کا مجمع تھا۔“ لے

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۹، شماره ۷، ص ۲۰۳  
لے ایضاً، ص ۲۰۴



۲۔ اس دعوت میں گورنر پنجاب اور اس کے سیکریٹریوں سے بھی شمولیت کی درخواست کی گئی تھی۔ انہوں نے فرصت نہ ہونے کے سبب معذرت کر دی تاہم انہیں ہدیہ نیاز پیش کرنے کے لیے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا:

اُس دعوت کے مقام (مولوی الہی بخش کی کوٹھی) کے عین دروازہ کے سامنے سے رات کے وقت ملاحظہ روشنی کے لیے نواب لیفٹنٹ گورنر بہادر کا گزر کرنا مقرر تھا۔ اس جگہ اہل حدیث نے ایک بلند اور وسیع دروازہ بنایا جس پر پہنری حروف میں ایک طرف انگریزی میں یہ کلمات دعائیہ مرقوم تھے:

THE AHL-I-HADIS WISH EMPRESS ALONE LIFE

(اہل حدیث چاہتے ہیں کہ قیصر ہند کی عمر دراز ہو)

دوسری طرف لاچوری رنگ سے یہ بیت اُردو سے

دل سے ہے یہ دُعا سے اہل حدیث

جشنِ جوہلی مبارک ہو

اس دروازہ سے لیفٹنٹ گورنر اور ان کے مصاحبوں اور رئیسوں کی سواروں کا گزر ہوا تو سب کی نگاہیں ان کلماتِ دعائیہ کی طرف (جو لیمپ جہاز اور ہتھیاروں کی روشنی سے روز روشن کی طرح نمایاں تھی) اُلٹی ہوئی تھی اور اکثر کی زبان سے کلمہ اہل حدیث جاری تھا۔

۳۔ اسی خوشی و مسرت و عقیدتِ سلطنت کے اظہار کے لیے اسی رات دس بجے اہل پنجاب کی مختلف سوسائٹیوں کے ایڈریس مبارکباد پیش ہوئے۔ ان میں مسوئیں پر "اہل حدیث" کا اٹیڈریس جس کی نقل ماشیہ میں ہے، بذریعہ ڈیپوٹیشن پیش ہوا۔ اس ایڈریس پر مختلف اضلاع ہندوستان و پنجاب، بمبئی، مدراس و بنگال وغیرہ اعیان اہل حدیث کے دستخط ثبت تھے۔ ۱۰

یہ سپاسنامہ بھی ملاحظہ ہو، اس کے ایک ایک حرف سے عقیدت و نیاز کے فوارے پھوٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں:

ایڈریس گروہ مسلمانان اہل حدیث

بعضو فیض گنج کوئین و کٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن

وقیصر ہند بابرک اللہ فی سلطنتہا

(۱) ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور ﷺ کی خدمتِ عالی میں جشنِ جوہلی کی دلی مسرت سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(۲) برٹش رعایائے ہند میں کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارکباد نہ اُٹھتی ہوگی۔ مگر خاص کر فرقہ اہل اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرماں روائی وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا ہے اور اس کو ایک فرضِ مذہبی قرار دیتا ہے۔ اس اظہارِ مسرت اور اذکارِ مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے

علی الخصوص گروہ اہل حدیث جن جملہ اہل اسلام اس اظہارِ مسرت و عقیدت اور دُعا کے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاجِ برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے ازاں

ایک بے بہا نعمتِ مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیب اٹھا رہا ہے۔

(۳) وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ اُن کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور اُن کے دل سے مبارکباد

میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ اُن کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور اُن کے دل سے مبارکباد

میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ اُن کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور اُن کے دل سے مبارکباد

میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ اُن کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور اُن کے دل سے مبارکباد



کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔

ہم بڑے ہوش سے یہ دُعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا کی رعایا کا نگہبان رہے تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن و تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

۱۸۸۶ء میں ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کا جشن پنجاہ سالہ (گولڈن جوبلی) سرکاری طور پر منایا گیا تھا جس میں جماعت اہل حدیث، لاہور نے مذکورہ بالا سپاسنامہ پیش کیا تھا۔ ۱۸۸۸ء میں ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے اس ایڈریس کی منظوری کا پروانہ جاری کیا گیا جسے اشاعت السنۃ میں ان الفاظ میں شائع کیا گیا۔

### ملکہ معظمہ کی طرف سے اہل حدیث کو خطاب

ہم اس مشرودہ کے سنالے سے بھی نہیں رہ سکتے کہ ہماری مہربان ملکہ معظمہ انگلیڈ و قیصر ہند نے اہل حدیث کے ایڈریس موقعہ جوبلی کو کمالِ سترت کے ساتھ قبول فرمایا ہے اور ازراہ عنایت خسروانہ گروہ اہل حدیث کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اُس شکریہ میں اس گروہ کو اُسے اہل حدیث خطاب "اہل حدیث" سے مخاطب کیا گیا ہے جو ان کے کمال امتیاز و اعزاز کا موجب ہے۔ اس اعزازِ شاہانہ و اکرام خسروانہ ملکہ معظمہ قیصر ہند پر اہل حدیث ہند کمالِ ادب و انکسار کے ساتھ اپنی مہربان ایمپرس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُن کی درازی عمر و ترقی و توفیق و اقبال کے لیے دستِ بدعا ہیں۔

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۹، شمارہ ۲، حاشیہ ص ۶-۲۰۵

لے پیام شاہجہانپوری، پندرہ روزہ تفتاح لاہور (۱۵ مارچ و یکم اپریل ۱۹۸۳ء) ص ۳۷

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۶

اس کے بعد دو مکتوب پیش کیے گئے ہیں، جن میں ایڈریس کی قبولیت کا مشرودہ سنایا گیا ہے۔ ذیل میں ایک مکتوب کی نقل پیش کی جاتی ہے:

نمبر ۱۲۶۷۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ (پبلک)

از طرف: جے۔ پی۔ ہیوٹ صاحب۔ انڈر سیکرٹری گورنمنٹ ہند

بنام: ممبران اہل حدیث پنجاب

مقام شملہ ۱۸ جون ۱۸۸۸ء

صاحبانِ شرف! مجھے یہ کہنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ صاحبِ سکرٹری آف اسسٹنٹ نے اطلاع دی ہے کہ ہر مجبھی ملکہ معظمہ قیصر ہند نے بالطف خسروانہ اُس ایڈریس وغیرہ کو قبول فرمایا ہے جو آپ صاحبان نے ہر مجبھی کی خدمت میں جوبلی کے موقع پر پیش کیا تھا اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مجبھی کا خاص شکریہ آپ لوگوں کو اس خیر خواہانہ نذرانہ کے لیے پہنچایا جائے۔

مجھے اے صاحبانِ آپ کا نہایت فرمانبردار ملازم ہونے کی عزت حاصل ہے

جے۔ پی۔ ہیوٹ

انڈر سکرٹری گورنمنٹ ہند

ملکہ برطانیہ کی گولڈن جوبلی کے موقع پر اہل حدیث نے جس خوشامد اور اظہار عقیدت و وفاداری کا اظہار کیا، وہ صرف ظاہر واری کی بنیاد پر نہ تھا، بلکہ دلی جذبات کی ترجمانی تھا۔ نیز اس پر انہیں کبھی ندامت نہیں ہوئی، بلکہ اس طرزِ عمل کے جواز پر انہوں نے شریعت کے حوالے سے دلائل بھی پیش کیے، محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

اُس مضمون میں دلائل کتاب و سنت کا بیان دو غرض سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ

گورنمنٹ کو یقین ہو کہ اس موقع پر مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے، سچے دل سے کیا ہے

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۷



اور اپنے مقدس مذہب کی ہدایت سے کیا ہے۔ صرف ظاہری اور جھوٹی خوشامد سے کام نہیں لیا۔

دوسری یہ کہ ناواقف مسلمانوں کو مسلمانوں کے اس فعل میں عدم جواز اور مخالفت شریعت کا وہم و گمان پیدا نہ ہو۔“ لے

- مزید لکھتے ہیں :
- پس واضح ہو کہ جو کچھ اس موقع پر اہل حدیث نے کیا ہے، وہ امور ذیل ہیں :
- (۱) ملکہ معظمہ کی تعظیم کرنا اور تعظیمی الفاظ سے اس کو یاد کرنا۔
  - (۲) ملکہ معظمہ کی حکومت پنجاہ سالہ پر خوشی کرنا اور اس خوشی میں مسلمانوں کو کھانا کھلانا۔
  - (۳) برٹش سلطنت کی اطاعت و عقیدت کو ظاہر کرنا اور اس کو فرض مذہبی بنانا۔
  - (۴) اس سلطنت کی برکات و احسانات (امن آزادی وغیرہ) کا معترف ہونا اور اس پر ملکہ معظمہ اور سلطنت کی تعریف کرنا اور شکریہ گزار ہونا۔
  - (۵) ملکہ معظمہ اور اس کی سلطنت کے لیے دعا و سلامت و حفاظت و برکت کرنا
- و علیٰ ہذا القیاس ان امور میں کوئی امر بھی ایسا نہیں ہے جس کے جواز پر شریعت کی شہادت پائی نہ جاتی ہو۔ لے

### لارڈ ڈفرن کے حضور

غالباً ۱۸۸۸ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل اور وائسرائے لارڈ ڈفرن کے حضور جماعت اہل حدیث نے اس کی وطن واپسی کے موقع پر ایک سپانامہ پیش کیا۔ سپانامہ کیا ہے؟ عقیدت و وفاداری کا چوڑا پیش کردہ گیا ہے اور بقول بٹالوی صاحب :

لے محمد حسین بٹالوی : اشاعت السنۃ، ج ۹، شمارہ ۸، ص ۲۲۸

ص ۲۲۹

لے ایضاً :

”ٹوپویشن و صوم و صہام کا تنقید“

سپانامہ فارسی میں تھا، اس کا ترجمہ مع تلخیص پیش کیا جاتا ہے :

حضور والا !

ہم فرقہ اہل حدیث کے چند ارکان اور پنجاب اور ہندوستان کے دیگر اسلامی فرقوں کے چند اشخاص اپنی طرف سے اصالتہ اور اپنے دیگر ہم مشربوں کی طرف سے وکالتہ اس والا درجیات کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے اور اس ذات ستودہ صفات کی مفارقت پر اظہارِ غم کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

”خیر اندیشوں“ اور ”جاں نثاروں“ کے مذہب کے مطابق کمال عجز و انکسار کے ساتھ عرضِ مدعا کی اجازت چاہتے ہیں۔ اس کرم گستر اور عدل پرور کے عہد سعادت مہد کی برکتیں اور احسانات، بارانِ رحمت، عیمیم البرکت کی طرح اس اطاعت شعار علاقہ کے تمام لوگوں اور تمام قوموں پر برسے ہیں (جیسے مملکت میں قیام امن و حدود سلطنت کا استحکام، پبلک سروس کمیشن کا تقرر اور لیڈی ڈفرن فنڈ کی تجویز وغیرہ) ہندوستان کے مسلمانوں نے دوسری قوموں کی طرح اور ان کے برابر ان سے کافی ودانی حصہ حاصل کیا ہے۔ حضور پر نور کے بعض العامات اور احسانات ایسے ظاہر ہوئے ہیں جن سے استفادہ کرنے میں اہل اسلام عموماً اور اہل حدیث خصوصاً سبق لے گئے ہیں اور ایک قسم کی خصوصیت پیدا کی ہے۔

خاص طور پر فرقہ اہل حدیث کے لیے جو عظیم مہربانی اور گراں قدر احسان دار رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے حق میں لفظ وہابی کا استعمال سرکاری و فائز میں ممنوع قرار دے دیا ہے جو ان کی دل آزاری کرتا تھا اور ان کی وفاداری اور جاں نثاری جو نازک وقتوں میں پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور سرکار والا کے نزدیک بھی مسلم ہے،

لے محمد حسین بٹالوی : اشاعت السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۲۴۳



تاواقفوں کی نظر میں مشکوک بنا دینا تھا، اس طرح بے خبروں کی ہدگانیوں کو ختم کر دیا۔

اہل اسلام عموماً اور اہل حدیث پر خصوصاً ان انعامات عامہ و خاصہ پر نظر کرتے ہوئے ہزار زبان سے اس والا دودمان کے احسان کا شکریہ دل سے بجالاتے ہیں اور اس منظم وجود و احسان کی قبل از وقت مفارقت پر اشک حسرت بہاتے ہیں اور دلی رنج کو اس آرزو کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ کاش ٹہکا ہم پلہ سایہ مقررہ میعاد تک ان کے سروں پر پھیل رہتا اور حکومت کی مدت دو گنا ہو جاتی تاکہ فوائد و منافع مسلمانوں کا نصیب ہو کر بار احسان ان کے کندھوں پر رکھ دیتے۔

آخر میں حضور مقرر السور کی ناگزیر مفارقت پر فراق گزیدہ بے چارے صبر و سکون کا دامن پکڑ کر اس دعا سے خیر کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ خداوند عالم ذات مکرمات صفات کو امن و عافیت کے ساتھ وطن مالوف تک پہنچائے اور اس جگہ روز افزوں ترقی اقبال عطا فرما کر اہل اسلام کے فائدے اور بہتری کے لیے سرچشمہ بنائے۔

اور تاج و تخت برطانیہ جس کی نیابت کا شرف جناب والا کو حاصل ہے کو تمام ترقی و استحکام عطا فرما کر ملک کچھ لیے موجب امن و برکت اور مسلمانوں کی حفاظت و حمایت کا باعث بنائے۔

ہم ہیں حضور کی وفادار اور جاں نثار رعایا

اگر زحمت نہ ہو تو ایک دفعہ پھر اس سپاسنامے کو پڑھ لیجئے اور خیر اندیشوں اور جان نثاروں کا حضور پر نور کرم گستر اور عدل پرور کی بارگاہ میں یہ فدیہانہ اعتراف ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے

بعض انعامات وہ ہیں جن کے حصول میں اہل حدیث خصوصیت کے ساتھ سبقت لے گئے ہیں اور پھر نگاہ حیرت سے یہ نظارہ بھی دیکھتے کہ ان کی جبین پر عرق انفعال نام کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی :

”اور پھر مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق ماسوا اس کے کہ انہوں نے انگریز گورنر کے پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھنے کو کل گورنمنٹ کے اجراء چیفس کالج قائم کرنے، پبلک لائبریری کے بنانے اور طلبہ کو وظائف دینے پر اس کا شکریہ ادا کیا ہے اور کون سی چیز ہے جس پر انہیں مطعون کیا جاسکتا ہے۔“ لہ

اسے کہتے ہیں کہ اپنی آنکھ کا شبہ نظر نہیں آتا۔ اگر بٹالوی صاحب کے سپاسنامے میں طعن کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ انگریزی حکومت سے مرے حاصل کرنے اور حرمت جہاد کا فتویٰ دینے اور خوشامدوں کے طومار کھڑے کر دینے میں بھی آپ کے نزدیک طعن کی کوئی وجہ نہیں ہے تو پھر کہہ دیجئے کہ دنیا میں کسی ایسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے جس پر طعن کیا جاسکے۔

جان چھڑانے کا ایک تعجب خیز انداز بھی دیکھتے چلتے :

رہا معاملہ محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریسوں کا تو ہم اس سلسلہ میں متنبی قادری کی اُمت کی طرح کسی طرح کی تاویل و تحریف کے چکر میں پڑنے کی بجائے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا تو غلط کیا، ہم انہیں معصوم سمجھتے ہیں اور نہ صاحب شریعت کہ ان کی ہر بات ہمارے لیے حجت و سند ہو تو ہم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور و ارتکاب ان سے مجموعی طور پر قوم کے دامن پر وہیہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بنا پر کسی گروہ کو مطعون کیا جاسکتا ہے۔“ لہ



مقام عبرت ہے کہ جب اس ایڈریس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر کسی کو مٹھون کیا جاسکے، تو اس برأت کی کیا ضرورت؟ پھر یہ معاملہ ایک فرد یا چند افراد کا نہیں ہے۔ اس سپانے پر دستخط کرنے والے اس وقت کے اہل حدیث کے تمام بڑے بڑے ستون اور قائدین شامل ہیں اور حدیث کہ شیخ الملک "میاں نذیر حسین دہلوی کے دستخط سرفہرست ہیں۔ انصاف دینا کاپتا اس وقت چلے گا، جب ان سب سے اظہار برأت کر دیا جائے گا، ورنہ گلو خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اس سپانے پر دستخط کرنے والوں کے چند نام ملاحظہ ہوں:

مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی (شیخ الملک)

ابوسعید محمد حسین (بٹالوی) وکیل اہل حدیث ہند

مولوی محمد یونس خاں، رئیس وٹوالی، علی گڑھ

مولوی قطب الدین، پیشوائے اہل حدیث روپڑ

مولوی محمد سعید، بنارس

مولوی الہی بخش پلڈر، لاہور

مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہل حدیث، مدراس، وغیرہ وغیرہ

اس سپانے کے جواب میں دائرہ لارڈ ڈفرن نے جو کچھ کہا، اس کا ایک اقتباس

ملاحظہ ہو:

صاحبان! میں اس ایڈریس کے لیے جو بھی آپ نے مجھے دیا ہے، آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کے فیہ خواہانہ اظہار برأت عقیدت، نسبت برٹش گورنمنٹ کو سن کر خوش ہوتا ہوں اور میں غلوں دل سے امید کرتا ہوں کہ شمال مغربی سرحد کو استحکام دینے کی وجہ سے (جس میں آپ میں سے اکثر لوگ اس کے کہ

سرحدی صوبہ کے باشندے ہیں، خاص دلچسپی رکھتے ہیں) جو اس وقت ہمیں حاصل ہے، قائم رہے گا۔" لے

### لیفٹیننٹ گورنر پنجاب ایچی سن کے حضور

۲۴ مارچ ۱۸۸۸ء کو گورنر پنجاب کی رخصت پر اہل حدیث نے ایک سپانہ پیش کیا جس میں اظہار عقیدت و وفاداری کا وہی والہانہ انداز ہے جو لارڈ ڈفرن کے سپانے میں ہے اس سپانے کا ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے:

ایڈریس پنجاب فرقہ اہل حدیث و ممبران دیگر فرقہ اہل اسلام

بحضور سر چارلس امفرسن ایچ بی سی صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی

سی۔ آئی۔ ای۔ ایل۔ ایل۔ ٹی لیفٹیننٹ گورنر پنجاب وغیرہ

ہم ممبران فرقہ اہل حدیث و دیگر فرقہ اہل اسلام حضور والہ کی عالی خدمت میں اس موقع پر (جب کہ حضور اس صوبہ سے مرخص ہوتے ہیں) کمال ادب و اخلاص کے ساتھ حضور والہ کے خیر و انہ احسانات و مرتبہ عنایات کا شکریہ ادا کرنے اور حضور کی مفارقت پر دلی افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

حضور والہ کے شاہانہ عنایات و مرتبہ عنایات تو جہات ابتداری و فروری ہندستان سے اس عہد گورنری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت و توان سے مبذول رہی ہیں کہ اگر ان کو متواتر بارانِ رحمت یا موجزن دریا موبہت کہا جائے تو بیجا نہیں ہے آخر میں لکھتے ہیں:

خاتمہ میں ان کلماتِ دعا تہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ خداوند عالم



حضور فیض گنجور کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن مالوف میں پہنچائے اور پھر بہت جلد حضور کو عہدہ گورنر جنرل پر مامور و معزز فرما کر ہندوستان میں لاوے اور ہماری آنکھوں کو دوبارہ حضور کے دیدار فیض آثار سے منور کرے۔ آمین ثم آمین  
سہ بولون رفتنت مبارکباد بسلامت روی و باز آئی تہ

### دربار دہلی میں ارمغان عقیدت

اہل حدیث کی تاریخ یہی ہے کہ انہوں نے حکومتِ برطانیہ کی خوشامد کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

”خاکسار نے بمشورہ بعض اعیان اہل حدیث پنجاب و بنگالہ گورنمنٹ پنجاب سے اس مضمون کی درخواست کی کہ ہر چند مختلف اضلاع اور شہروں کے تمام جلسوں میں، جن میں اہل اسلام ہندوستان نے بتقریب تاجپوشی ہر بیسٹی لنگ امپیر مسٹر کا اظہار کیا ہے۔ مسلمانان اہل حدیث بھی شامل رہے ہیں، مگر خاص موقع دربار دہلی میں وہ لوگ خصوصیت کے ساتھ اظہار مسرت چاہتے ہیں... اس درخواست کے جواب میں سکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی طرف کیا دداشت نمبری ۶۳۹ و دفتر اشاعت السنۃ میں موصول ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

تخت نشین ہر بیسٹی لنگ امپیر کی تقریب پر ہندوستان کے مختلف فرقوں کو ایڈریس مبارک باء پیش کرنے کا کئی دفعہ موقع دیا گیا ہے، لہذا گورنمنٹ ہند کی تجویز نہیں ہے کہ اب دربار دہلی میں کوئی ڈیپوٹیشن ایڈریس پیش کرے۔ ہاں فرقہ الٰہیہ مجموعی طور پر گورنمنٹ ہند کی خدمت میں مبارک باد کا ایڈریس پیش کرے تو گورنمنٹ ہند کو اس کے قبول کرنے میں عذر نہ ہوگا۔“ تہ

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۹، شمارہ ۸، ص ۵۴-۵۵  
لے ایضاً، اشاعت السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۴

کوئی وجہ نہ تھی کہ خصوصی طور پر یہ عقیدت پیش کرنے کی اجازت نہ دی جاتی، کیوں کہ حکومتِ برطانیہ کو یہ جاں نشاری اور وفاداری کسی دوسرے فرقہ سے نہیں ملی تھی۔

### الاقتصاد فی مسائل الجہاد

مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث کے وکیل اور سرکردہ علماء میں سے تھے، ۱۸۵۶ء/۱۲۴۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۳۸۸ھ/۲۰-۱۹۱۹ء کو فوت ہوئے۔  
حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں،

الشیخ الفاضل ابوسعید محمد حسین بن رحیم بخش بن ذوق محمد الہندی البٹالوی احد کبار العلماء لہ گزشتہ صفحات میں انگریزی حکومت سے روابط کا ذکر زیادہ تر ان ہی کے حوالہ سے کیا گیا ہے اور ان معاملات میں زیادہ تر وہی پیش پیش رہے ہیں۔  
۱۸۷۶ء میں انہوں نے ایک رسالہ الاقتصاد لکھا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان تو ہندوستان دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک کے مسلمانوں کا گورنمنٹ سے جہاد جاتر نہیں۔

”سنۃ ۱۲۹۷ میں ایڈیٹر اشاعت السنۃ رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد تالیف کر چکا ہے جس میں قرآن و حدیث اور فقہی دلائل سے ثابت و مدلل ہے کہ اس گورنمنٹ سے مسلمانوں کا ہند کے ہوں خواہ روم یا عرب کے مذہبی جہاد جاتر نہیں اور اسی سال پنجاب کے عام اہل حدیث نے بذریعہ ایک عرضداشت اپنی عقیدت اطاعت گورنمنٹ کا اظہار کیا تھا جس پر گورنمنٹ کی طرف سے اس کی تائید و تصدیق میں ایک سرکلر جاری ہوا تھا جو اشاعت السنۃ نمبر ۹، جلد ۸ میں منقول ہو چکا ہے۔“ تہ

لے عبدالحی لکھنوی، مورخ، نزہۃ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۲۷۷  
لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۹، شمارہ ۱، ص ۲۶



## ہندوستان دارالاسلام ہے

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں،

”جس شہر ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اس پر غلبہ سے تسلط پایا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائر اسلام کی آزادی رہے، وہ بحکم حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔“

دنیا کا کوئی مسلمان بادشاہ گورنمنٹ سے جہاد نہیں کر سکتا۔

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں،

”اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجود یکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے، دارالاسلام ہے، اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہونخواہ عجم کا، مہدی سودان ہو یا خود حضرت سلطان (ترکی کا بادشاہ) شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان، مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہیں ہے۔“

## جہاد کہیں بھی نہیں ہو سکتا

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

”اُن وقتیں جو سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات

لے محمد حسین بٹالوی،

الاقتصاد (دکٹوریہ پریس)،

ص ۱۹

ص ۲۵

لے ایضاً،

شرائط امامت موجود ہے اور نہ اُن کو ایسی شوکت و جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کر سکیں۔

ہم جب کبھی بعض اخبارات میں یہ خبر دیکھتے ہیں کہ سلطنت روم یا ریاست افغانستان وغیرہ بلاد اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے، تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہیں آتا اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت روم زمین پر امام کہاں ہیں جس کی پناہ میں اور اُس کے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکیں اور ایسی جمعیت و شوکت کس کو میسر ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کر سکیں؟

بعض لوگ جب تسلیم سے راہ فرار اختیار نہیں کر سکتے، تو یہ عذر تراشتے ہیں کہ اس قسم کا راز و نیاز کی ذمہ داری بٹالوی صاحب یا چند دیگر افراد کے سر ہے حالانکہ بٹالوی صاحب نے سالہ الاقتصا پر پورے ملک کے سینکڑوں علماء سے تصدیق حاصل کی تھی، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”یہ رسالہ میں نے ۱۸۷۹ء میں تالیف کیا اور اس میں علماء اسلام کی رائیں لینے اور اُن کا توافق رائے حاصل کرنے کے لیے لاہور سے عظیم آباد، پٹنہ تک سفر کیا اور اکابر علماء مختلف فرقہ ہائے اسلام کو یہ رسالہ حرف بحرف سنکر ان کا توافق رائے حاصل کیا اور بعض بلاد ہندوستان و پنجاب میں جہاں راقم خود نہیں جاسکا، اُن سے حاصل کیا متعدد کاپیاں بھیجو کر ان بلاد کے اکابر علماء کا اتفاق رائے حاصل کیا۔ پھر ۱۸۷۹ء میں اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو ضمن نیم نمبر ۱۱ جلد ۲ رسالہ اشاعت السنۃ بعنوان استشہاد عام لوگوں میں شائع کیا اور اس میں عام اہل اسلام کو ان مسائل میں اپنی آراء ظاہر کرنے کا موقع دیا جس پر بہت سے مواضع ہندوستان و پنجاب کے

لے محمد حسین بٹالوی،

الاقتصاد

ص ۷۲

مذاہبت اور اسلام (ادارہ ترجمان السنۃ ۱۴۰۳ھ)

لے نمبر ۱



جہاں وہ منیمہ پنپا، صد ہا عوام و خواص نے ان مسائل کی نسبت اپنا اتفاق رائے ظاہر کیا۔ لہ

صاف ظاہر ہے کہ اس رسالہ کے مندرجات تمام اہل حدیث کے اتفاق تھے، بٹالوی صاحب کے انفرادی نظریات نہ تھے۔

قصور میں اہل حدیث کے سرکردہ علماء میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری اور مولوی مرزا فتح محمد بیگ تھے۔ وہ دونوں بٹالوی صاحب سے بھی پہلے جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ دے چکے تھے۔ اس وقت ہمارے سامنے مرزا فتح محمد بیگ کی نگرانی میں شائع ہونے والے ماہانہ رسالہ انجمن مفید عام قصور کا ایک شمارہ ہے جس میں مرزا نے موصوف کے رسالہ جہاد پر یو یو قہر ایک معاصر اخبار سے نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

”مرزا صاحب (فتح محمد بیگ) نے جملہ ساکنان پنجاب کی نسبت اعلیٰ احکام کے سامنے بار بار ظاہر کیا ہے کہ وہ سب کے سب بمقابلہ گورنمنٹ جہاد کو حرام خیال کرتے ہیں۔“ لہ

علاوہ بریں اور بہت سے علماء دین نے جو اس مسئلہ کی بابت بہت کچھ لکھا اور کہا ہے ان کا کیا نقصان ہوا؟ جیسا کہ جناب مولانا حضرت مولوی سید محمد خاں صاحب بہادر نجم الہند نے ایک رسالہ ڈاکٹر بنر کے جواب میں لکھا اور مولوی غلام علی صاحب امرتسری ایک مدت سے اس مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں، صاحب آفر الذکر خاص کر کے اُس وقت بھی جہاد کو مخالف گورنمنٹ انگریزی ایسا ہی ناجائز اور حرام کہتے تھے، جبکہ مولوی محمد حسین بٹالوی اس مسئلہ میں اُن کے برخلاف تھے۔ لہ

لہ محمد حسین بٹالوی؛ الاقتصاد  
۲-۳ ص  
لہ رسالہ انجمن مفید عام قصور؛ شماره فردی ۱۸۸۰ء  
۲۲ ص  
لہ ایضاً؛ ۲۳-۲۴ ص

بٹالوی صاحب تو زبان حال سے یہ کہتے ہوں گے غ  
نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم

ان تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ مجوہیرت ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

اور اس دور میں جبکہ ہندوستان کے خائن اور خدائے انگریزوں کی حمایت میں جہاد کو ناجائز قرار دے رہے تھے اور ہندوستان کو دارالاسلام بتا رہے تھے اہل حدیث نہ صرف ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے تھے، بلکہ عملاً جہاد میں شریک بھی تھے اور پورا ہند ان کے جہاد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ لہ  
شاہ اسماعیل دہلوی کی تقریر کا ایک اقتباس اس سے پہلے گزر چکا ہے اس موقع کی سبب سے دوبارہ نقل کر دینا مناسب رہے گا۔

اُن پر (انگریز کے خلاف) جہاد کسی طرح واجب نہیں .....  
بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آئینہ نہ آنے دیں۔ لہ

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اہل حدیث نہ صرف ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے تھے، بلکہ عملاً جہاد میں شریک بھی تھے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ انگریز کے خلاف جہاد کا درس دیا جا رہا تھا یا جہاد کیا جا رہا تھا اور خائف و شواہد بھی یہ گواہی دے رہے ہیں کہ دہلوی سے لے کر بٹالوی تک انگریز کے خلاف جہاد کو ناجائز اور حرام قرار دیتے تھے، ان کا جہاد حد کے حنفی مسلمانوں کے خلاف تھا یا سکھوں کے خلاف جو انگریزوں کے لیے مستقل دروہ سر کی حیثیت رکھتے تھے۔

لہ ظہیر؛ مزائیت اور اسلام  
۲۱۵ ص  
لہ مرزا حیرت دہلوی؛ حیات طیبہ (مطبع فاروقی، دہلی)  
۲۹۴ ص



امام احمد رضا بریلوی نے فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان میں جہاد کی شرطیں موجود نہیں، اس لیے مسلمانوں پر جہاد واجب نہیں، اس پر انتہائی تصدقیز فتوے صادر کیے جاتے ہیں۔ اندازاً اظہار  
 "کسی انصاف پسند کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اس بات سے اختلاف کرے کہ  
 بریلوی اور بریلویت کا تمام وزن، غاصب انگریزی استعمار کے پلڑے میں تھا  
 اگرچہ انہیں انگریز کا ملازم، جاسوس اور تنخواہ دار تسلیم نہ کرے کیونکہ انہوں نے جہا  
 اور مجاہدین کے خلاف فتویٰ دیا اور انگریزی استعمار کے خلاف ترک موالات کی  
 تحریک کی مخالفت کی، بلکہ لوگوں کو انگریزوں کی دوستی اور موالات کا حکم دیا۔" لے  
 ترک موالات کے مسئلہ میں امام احمد رضا بریلوی کا موقف کیا تھا؟ اس وقت  
 زیر بحث نہیں، اس کے لیے پیش نظر کتاب کے دیگر اوراق کا مطالعہ کیجئے، اس وقت تو  
 صرف اس امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ یہ تمام امور بلکہ اس سے کہیں زیادہ بٹالوی صاحب  
 اور دیگر علماء اہل حدیث میں پائے جاتے ہیں، انہیں کن خطابات سے نوازا جاتے گا؟

## ۱۸۵۷ء کے مجاہدین مفسد، بدکردار، باغی

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

"مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے، وہ سخت گنہگار اور  
 بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی، بدکردار تھے، اکثر ان میں عوام کا لانعام  
 تھے۔ بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے، وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث)،  
 بے بہرہ تھے یا نا فہم و بے سمجھ، یا خبر و سمجھ دار علماء (اہل حدیث) اس میں بے گنہگار شریک  
 نہیں ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس عذر کو جہاد بنانے کے لیے مفسد لیے  
 پھرتے تھے، انہوں نے خوشی سے دستخط کیے۔

السبریلویہ

ص ۲۲

لے ظہیر

یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے  
 پابند تھے، اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے  
 تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے  
 باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے)  
 کسی کو اونچی اذان نہیں کہنے دیتے تھے، لڑے۔" لے

## جہاد حرام

درجہ نگہ کے ایک اہل حدیث لکھتے ہیں،

"حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں ہر کار  
 سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ تب انہوں نے ایک کتاب لکھی اور بہت علماء سے  
 دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے  
 امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے۔" لے

الاقتصاد کے علاوہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والے جریدہ  
 اشاعت السنۃ کی فائلیں گواہ ہیں کہ فرقہ اہل حدیث نے گورنمنٹ کے حضور کس کس طرح اپنی  
 وفاداری کے ثبوت فراہم کیے ہیں،

"اشاعت السنۃ نے گورنمنٹ میں اہل حدیث کی وقعت کو جہاد یا اور ان کی  
 وفاداری کا ثبوت دے کر داغ و بھاغ جو دراصل اُن کے دشمنوں کا اختراع  
 تھا، مٹا دیا۔" لے

لے محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد، ص ۵۰-۴۹

لے محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ ۲، ص ۳۶

لے ایضاً، ص ۲۰



## سٹیفٹ (اعزازیہ سند)

۳۱ مارچ ۱۹۵۷ء کے سٹیفٹ میں سر چارلس ایچسین صاحب بہادر سابق نواب  
لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب لکھتے ہیں:

”ابوسعید محمد حسین فرقہ اہل حدیث کے ایک سرگرم رکن مولوی اور فرقہ اسلام  
کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہیں، ان کی علمی کوششیں لیاقت سے ممتاز ہیں  
وہ نیز ملکہ معظمہ کی وفادار رعایا میں سے ہیں۔“

اگر کوئی محقق ”انگریز اور اہل حدیث کی وفاداری“ کے عنوان پر اشاعت السنۃ کی بنیاد پر  
تحقیقی مقالہ لکھنا چاہیے تو ضخیم مقالہ لکھ سکتا ہے اور اگر اس موضوع پر اس رسالہ کے متعلقہ  
صفحات کے عکس ہی جمع کر دیئے جائیں، تو اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

مولوی محمد یونس خاں اہل حدیث، رئیس داتاؤلی، علی گڑھ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی  
حمایت میں ایک مضمون لکھا تھا، اس کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

### رفتار زمانہ سے واقف

”حقیقت میں مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اہل حدیث کے فرستہ میں  
پہلے وہ شخص ہیں جو زمانہ کی رفتار سے واقف ہوئے ہیں اور ٹھیکہ اسلام کی رو  
سے ہمارے اور گورنمنٹ ملکہ معظمہ کے تعلقات کو سمجھے ہیں اور ان کو ظاہر کیا ہے  
..... جب کہ تمام ملکوں اور تمام مذاہب کی رعایا حضور ملکہ معظمہ کی بیجا ہمارے  
جشن میں اظہارِ مسرت کر رہے ہیں۔ کیا صرف فرقہ اہل حدیث ہی ایسا ناسپاس  
اور خیرہ ہو جاوے کہ اظہارِ خوشی سے سکوت اختیار کرے۔“

لے محمد حسین دہلوی، اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ ۲۰، ص ۱۴  
لے محمد یونس، اہل حدیث، اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۲۲

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

”اس کارروائی کے پہلوؤں کو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں جو پولیٹیکل امور کے  
سمجھنے کا دماغ رکھتے ہیں۔“

## خوفناک انگریزی مظالم

احسان الہی ظہیر لکھتے ہیں:

”انگریزی استعمار نے ہندوستان سے مسلمانوں کا بساطِ حکومت لپیٹ دیا  
اور ۱۸۵۷ء میں ان کے خون بہائے، ان کی شوکت کو توڑا، ان کی قوت کو کمزور کیا  
ان کے علمبرار کو پھانسیوں پر چڑھایا، ان کے قائدین اور زعماء کو جلا وطن کیا۔“

اس میں شک نہیں کہ انگریز کے مظالم نے ہلا کو اور چنگیز کی روجوں کو شرمادیا، لیکن  
علمائے اہل حدیث، ملکہ وکٹوریہ کو مادرِ مہربان قرار دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے  
ایسی شفیق ملکہ ہماری سلطنت ہی کے لیے بنائی ہے، تو اس نتیجہ میں وزن محسوس ہوتا ہے کہ ان حضرات  
نے نہ تو جنگِ آزادی میں حصہ لیا تھا اور نہ ہی موردِ عقاب بنے۔ انہوں نے تو اپنے دلی جذبات  
عقیدت سے گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلادیا تھا۔

### مادرِ مہربان

مولوی محمد یونس اہل حدیث رئیس داتاؤلی لکھتے ہیں:

”ہم اپنی ملکہ مادرِ مہربان کی خوشی کے کیونکر ساتھ نہ ہوں؟ کون ملکہ؟ جس نے  
ہماری شوخ چشمیوں اور خیرہ سریوں کو بالکل اپنے دل سے فراموش کر کے غم

لے محمد حسین بٹالوی، حاشیہ اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۱۱  
لے ظہیر، البریویۃ، ص ۳۶



۱۰۰۰ کے بعد پھر ہم کو خط آزادی دیا اور جس نے اپنی ایک نگاہ عنایت اور ایک دستخطی فرمان سے ہمارے خونوں کو معاف کیا، ہماری جاندا دیں واپس کیں۔" لے

### ملکہ ہماری سلطنت ہی کے لیے بنائی گئی ہے

"جب ایسی شفیق ملکہ پروردگار نے ہماری خوش قسمتی سے ہماری سلطنت کے واسطے بنائی ہے تو بتائیے کہ عقلاً و عرفاً و شرعاً کیونکر ہم اس کی خوشی کو اپنی خوشی نہ سمجھیں؟ اس کے رنج کو اپنا رنج تصور نہ کریں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم پرفیض ہے۔" لے

### ہم ڈٹنے کی چوٹ پر گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے

"اگر آپ کے دست و بازو میں قوت ہو چھا دیجئے، مگر یاد رکھیے کہ ایسے صاحب کا ساتھ دو، ایک خارج از عقل ہی دیں گے اور میں اور میرے ساتھی تو ڈٹنے کی چوٹ سے بادشاہ وقت کا ساتھ دیں گے۔" لے

### ملکہ کی خیر خواہی میں جان دینا باعث فخر

اور سچ یہ ہے کہ اپنی ملکہ کی خیر خواہی کے واسطے جس کی سلطنت میں لکھنؤ کھیا فوائد ہم کو حاصل ہوئے ہیں اپنی جان کھودینے یا بدخواہ کی جان لینے کو اپنا فخر

لے محمد یونس، اہل حدیث، اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۲۴

لے ایضاً، ص ۳۱

لے ایضاً، ص ۲۲

سمجھتے ہیں۔  
۱۸۵۷ء کے مجاہد بے وقوف تھے

"وہ لوگ اگر پہ ہمارے بزرگ یا قریبی ہوں بے وقوف اور نادان تھے، جنہوں نے ۱۰۰۰ کے غدر کو برپا کیا تھا، اصل بات یہ ہے کہ وہ ہماری طرح اس سلطنت کے فوائد سے واقف نہ تھے۔" لے

### برٹش گورنمنٹ ہی میں ہماری ترقی ہے

"بہتر ہے وہ صاحب افغانستان میں سنت کی پیروی کا وعظ کہیں یا مکہ معظمہ میں حدود شرعی کو ہماری کریں یا بخارا میں جو ایک مسلمانی ریاست روس کے ماتحت ہے اپنے کو غیر معتدل ظاہر کریں حضرت اس صورت میں یا تو آپ کا ہاتھ یا کان یا ناک نہ ہوگا یا آپ خود نہ ہوں گے۔ برٹش گورنمنٹ ہی میں آپ کی ترقی چلتی ہے اور جگہ کیا مجال جو آپ اپنی زبان تک بلا سکیں۔" لے

### مسلمانوں کو برٹش کا مطیع بنانا

ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین، اہل حدیث دھوری، ضلع ساگر، زیر عنوان "اس ایک مسئلہ خلافت کے بیان کے بے انتہا فوائد ہیں" لکھتے ہیں:

● مسلمانوں کو برٹش کا زیادہ مطیع بنانا، اس کے فوائد بھی واقفان معاملات پولیٹیکل پر مخفی نہیں ہیں۔

● مسٹر بلنٹ (جو ترقی و بہی خواہ اسلام ہیں اور بہبودی اسلام کے کام کرنے میں

لے محمد یونس، اہل حدیث، اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۳-۲۲

لے ایضاً، ص ۲۴



ساعی ہیں کی مخالفت سے لوگوں کو باز رکھنا جس سے اتفاق اہل اسلام و ترقی اسلام کی تدابیر میں رخنہ اندازی نہ ہونے پاوے۔ ان میں سے ہر ایک فائدہ میں اور بھی بے شمار فوائد ہیں۔ لے

## انعام و ن

اشاعت السنۃ کی فائلوں سے چند اقتباسات گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں جن سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اہل حدیث کے وکیل مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی پوری جماعت کو انگریز حکومت کے دامن مہر و فاس سے وابستہ رکھا، یہاں تک کہ گورنمنٹ نے نہ صرف ان کی وفاداری کا کھٹے دل سے اعتراف کیا بلکہ انہیں خوشنودی کے طور پر انعامات سے بھی نالا مال کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی وصیت میں لکھتے ہیں:

”اراضی جو خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربع ہجے“

مسعود عالم ندوی (اہل حدیث) لکھتے ہیں:

”ہندوستان کی جماعت اہل حدیث موجودہ شکل میں نمایاں ہوئی اور ان کے سرگروہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا اور صدیہ کہ وقت کے بعض مشہور حنفی علماء (مولانا فضل حق خیر آبادی اور حاجی امدا اللہ صاحب ہاجرہ مکہ کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔“ لے

انعام ملنے کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”مولوی محمد حسین بٹالوی نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی

شائع کرائے تھے معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں ”جاگیر“ بھی ملی تھی۔ اس رسالہ کا پہلا حصہ ہمارے پیش نظر ہے پوری کتاب تحریف و تدلیس کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ لے

بٹالوی صاحب نے اپنی پوری قوم کو اس رنگ میں رنگ دیا تھا۔

”اس رسالے (الاقتصاد) میں جہاد کو منسوخ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔۔۔۔۔ اردو، انگریزی، عربی میں اس کے ترجمے بھی شائع ہوئے اور انگریزی اور اردو ترجمے سرچارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل گورنران پنجاب کے نام معنون کیے گئے۔۔۔۔۔ اللہ مرحوم کی مغفرت کرے، اس کتاب پر انعام سے بھی سرفراز ہوئے تھے، جماعت اہل حدیث کو فرقہ کی شکل دینے میں ان کا حصہ ہے اور یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اس سادہ لوح فرقے میں وفاداری کی غرور پیدا کی۔“ لے

واقعہ بھی یہ ہے کہ انگریز اپنے وفاداروں کو نوازنے میں بخل سے کام نہیں لیتا تھا، اُس نے اپنے وفاداروں کو نوازا اور خوب نوازا۔ امام احمد رضا بریلوی پر ان کے مخالفین شدید سے شدید تر الزامات عائد کرنے سے نہیں چڑکتے، لیکن آج تک بڑے سے بڑا مخالف یہ ثابت نہیں کر سکا کہ انہیں یا ان کے صاحبزادوں کو گورنمنٹ نے شمس العلماء کا خطاب دیا ہو کوئی جاگیر یا کوئی انعام دیا ہو، پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ انگریز کے حمایتی یا وظیفہ خوار تھے اور انگریز کے سب سے بڑے دشمن علماء اہل حدیث تھے؟

- |                         |                                       |
|-------------------------|---------------------------------------|
| لے ابو محمد جمال الدین: | اشاعت السنۃ، ج ۷، شمارہ ۸، ص ۲۲۷      |
| لے محمد حسین بٹالوی:    | اشاعت السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۲۷۷     |
| لے مسعود عالم ندوی:     | ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۸-۲۷ |

- |                     |                                     |
|---------------------|-------------------------------------|
| لے مسعود عالم ندوی: | ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۲۷ |
| لے ایضاً:           | ص ۴-۱۷۳                             |



## میاں نذیر حسین دہلوی

میاں صاحب ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں بہار کے ایک گاؤں سورج گڑھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔ اہل طویل عمر پائی۔ نسل مذہ کی بڑی تعداد کا گار چھوڑی، اہل حدیث میں شیخ الکمل کے لقب سے مشہور ہوئے۔ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔

### پہلا دور

میاں صاحب کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق دہلوی اور دوسرے استاد شاہ محمد اسحاق دہلوی حنفی تھے اور غیر متقلدین کے طرز عمل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نواب محمد قطب الدین نے ۱۲۸۵ھ میں ایک کتاب تحفۃ العرب وایجم کے نام سے لکھی، اس میں لکھتے ہیں:

”اُس وقت میں جناب مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم اور مولوی محبوب العلی صاحب مرحوم اور مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم دہلی میں موجود تھے اور یہ صاحب ایسے لوگوں (غیر متقلدین) سے بہت ہی ناراض رہتے تھے اور ان کے کلمات سن کر چہرہ مبارک سُرخ ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ پھر یہ لوگ شال (گمراہ) ہیں اور مولوی محبوب العلی صاحب ایسے لوگوں (کو) بہتر فرقہ کا مغویہ فرماتے تھے اور قلع قمع ان لوگوں کا بوجہ احسن کرتے تھے۔۔۔۔۔ اور مولوی عبدالخالق صاحب بھی ان کا رد و کد

لے عبدالحمی لکھنوی، بیگم: نذرۃ الخواطر (نور محمد کرلی) ج ۸، ص ۵۰۱-۵۹۷

بوجہ احسن فرماتے تھے اور خوب ان کی گت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ چھوٹے رافضی ہیں۔“ لے

اس وقت میاں صاحب بھی حنفی تھے اور غیر متقلدین کے رد میں سعی بلیغ کرتے تھے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں:

”مبغملہ ان کے سید نذیر حسین صاحب نے بھی دفع اس فتنہ میں بہت سعی کی کہ مولوی حقی اور عبدالحجید پوربی سے اس باب میں بہت گفتگو کر کے ان کو ساکت کیا بلکہ اُن کے جوابات مشکوک ہیں ایک رسالہ لکھا اور اس میں تعریفیں امام صاحب کی اور حقیقت اپنے مذہب حنفی کی اور جواب مخالفین کچھ اور جو حجت مذہب غیر کی بیان کی اور ردۃ الاحادیث پر جو خلاف اسادیت تمسکہ مذہب حنفی کی ہیں جرح و قدر بوجہ احسن فرما کر ان کو ضعیف جتایا اور بار بار اپنی زبان مبارک سے ان لا مذہبوں کو رافضیوں کا بھائی کہا۔“ لے

ایک وقت تھا کہ میاں صاحب دل و جان سے احناف کا ساتھ دیتے تھے اور غیر متقلدین کا زبانی اور قلبی رد کرتے تھے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں:

”اس بلا کے دفع میں سید نذیر حسین صاحب بجاں و دل ہمارے ساتھ تھے حتیٰ کہ تنزیل العینین کے مضامین کے رد میں جس کو لوگ منسوب مولانا اسماعیل کی طرف کرتے ہیں۔ مثل ایک رسالہ عربی میں لکھا اور سورۃ فاتحہ کے زپڑھنے میں پیچھے امام کے بھی ایک رسالہ لکھا اور اختصار آمین اور عدم رفع یدین وغیرہ میں بھی خوب خوب عبارتیں اور روایتیں لکھیں اور لکھا کہ عدم رفع یدین نماز میں احق ہے اور رفع منسوخ اور مذہب حنفی کی بہت سی تعریفیں لکھیں چنانچہ وہ اب تک میرے ایک

لے محمد قطب الدین دہلوی، نواب: تحفۃ العرب وایجم (طبع حسنی، دہلی)، ص ۴-۲



دوست کے پاس موجود ہیں۔“ لہ  
اس وقت میاں صاحب دعوے سے کہتے تھے کہ مذہب حنفی قرآن و حدیث سے  
ثابت ہے۔ نواب قطب الدین لکھتے ہیں:

”اور چونکہ سید صاحب اس فقیر سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ہر جمعہ کو میرے  
ہاں آتے اور بار بار فرماتے کہ ہم اور تو کچھ جانتے نہیں، ہم کو کوئی بتا دے کہ فلانا  
مسئلہ حنفیہ کا خلاف قرآن یا حدیث کے ہے۔ دیکھو تو ہم کیسا قرآن و حدیث  
سے ثابت کرتے ہیں۔“ لہ

### دوسرا دور

طالب علمی کے دور میں ہی میاں صاحب کے مزاج میں آزاد روی کے آثار پائے جاتے  
تھے، اسی لیے ایک موقع پر شاہ محمد اسحاق نے کہا تھا:  
”اُس لڑکے سے دہائیت کی جھلک آتی ہے۔“ لہ  
پچاس سال کی عمر تک حنفی رہنے کے بعد اس وقت رنگ بدلا، جب جنگ آزادی  
۱۸۵۷ء کے بعد انگریز ہندوستان میں اپنے قدم جما چکا تھا، ابتداءً غیر مقلدین کی نشست  
میاں صاحب کے ہاں رہتی تھی، ان کے ہاں حلقہ جلتا تھا۔

”بعد غدر کے لاندہبوں نے یہ پیرایہ اختیار کیا کہ سید نذیر حسین صاحب کے  
پاس حلقہ باندھ باندھ کر بیٹھنا شروع کیا۔ کیا مسجد میں، کیا ان کے مکان پر،  
اور جب کوئی بات لاندہبوں کی منہ سے نکالیں یا عمل کریں تو حوالہ سید صاحب کا

لہ محمد قطب الدین، نواب: تحفۃ العرب و الجمجم ص ۵

لہ ایضاً: ص ۶-۵

لہ فضل حسین بہاری: الحیاء بعد الممات (مکتبہ شعیب، کراچی) ص ۵۷

دے دیں، ہم لوگ ان کو جھٹلا دیں کہ تم جھوٹے ہو، وہ ایسے سرگز نہیں ہیں۔  
اور جو کوئی صاحب، سید صاحب سے ان کا مقولہ کہے کہ وہ آپ کا حوالہ دیتے ہیں  
تو سید صاحب یہی فرما دیں کہ وہ جاہل ہیں، اُن کا کیا اعتبار؟  
آخر نوبت بایں جارسید کہ اماموں پر اور ان کے اتباع پر کھلم کھلا تہرے ہونے  
اور اِتَّخَذُوا أَحْبَابًا مِّمَّنْ کے مصداق لگے ٹھہرانے لہ

میاں صاحب کا ایک طرف احترام اساتذہ ملاحظہ ہو:  
”بیان مسائل میں بھی انہیں بزرگوں کے اقوال سے سنلاتے اور فرماتے  
”ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں“ اُس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرت  
کا کہنا سند نہیں ہو سکتا، جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے، تو بہت  
خفا ہو کر فرماتے ”مردود! کیا یہ حضرت گھس کٹے تھے، ایسی ہی اڑان کھاٹی اڑاتے تھے“  
دوسری طرف ائمہ مجتہدین سے بے اعتنائی کا یہ عالم:  
”آپ جب کوئی حدیث صریح فرماتے اور کوئی شخص اس کے معارض کسی ائمہ مذہب  
کا قول پیش کر دیتا، تو برہم ہو کر فرماتے ”سنو! یہ بزرگ ہم سے بڑے، میرے باپ  
سے بڑے، دادا سے بڑے، مگر رسول خدا سے بڑے نہیں۔“ لہ

اس کا مطلب سولے اس کے کیا ہے کہ ائمہ مجتہدین ساری عمر گھاس کاٹتے رہے تھے،  
اسی لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف احکام بیان کر دیتے تھے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ  
میاں صاحب کے اساتذہ شاہ محمد اسحاق اور مولانا عبدالحق وغیرہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے متفاد اور حنفی تھے۔

لہ محمد قطب الدین، نواب: تحفۃ العرب و الجمجم ص ۶

لہ فضل حسین بہاری: الحیاء بعد الممات ص ۲۰۳

لہ ایضاً: ص ۲۸۵



پھر تو میاں صاحب نے کھل کر تقلید ائمہ کالبادہ انا دیا اور غیر مقلدین کے امام کہلائے  
نواب محمد قطب الدین لکھتے ہیں،

”لامذہبوں نے نہ مانا اور لامذہبی میں زیادہ مصر ہوئے اور شست و برزاست  
سید صاحب (کے) پاس زیادہ رکھنے لگے اور سید صاحب کو ایسا ورغلانا اور اپنی  
ساتھ سانٹھا کہ سید بھی ان کی ممنونی و مشکوری میں لٹو بن کر ان کی حمایت کرنے لگے  
اور کہنے لگے کہ میں تو بیس باتیں برس سے ایسا ہی تھا، پر کسی کو معلوم نہ تھا اور میں کیا  
کروں مجھ کو تو یونہی سوچتی ہے۔“ لہ

میاں نذیر حسین دہلوی کو واپسیت اور ترک تقلید کی راہ پر لگانے میں سرسید کا بھی ہاتھ  
تھا۔ پروفیسر محمد الوب قادری لکھتے ہیں،

”سرسید احمد خاں ایک ممتاز اہل حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم آروی کو اپنے  
ایک مکتوب مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۹۵ء میں لکھتے ہیں،

جناب سید نذیر حسین دہلوی صاحب کو میں نے نیم چڑھا و ہابی بنایا ہے۔  
وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، مگر اس کو سکتت ہدی ہانتے تھے۔ میں  
نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک مانتے ہیں، لوگوں کے  
خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے۔  
جب یہ گفتگو ہوئی، میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں  
عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اُس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔“ لہ

نواب محمد قطب الدین نے تنویر الحق اور توفیر الحق کے نام سے دو رسالے لکھے جن میں مذہب  
حنفی کو قرآن و حدیث اور اجماع کے دلائل سے ثابت کیا اور امام معین کی تقلید کی ضرورت کو واضح

لہ محمد قطب الدین، نواب، تحفۃ العرب والعجم ص ۷-۶  
لہ محمد الوب قادری، پروفیسر، برگ گل، سرسید، بر نقش ثانی (اردو کالج کراچی) ص ۶-۲۸۵

کیا۔ میاں صاحب نے ان کے جواب میں معیار الحق نامی کتاب لکھی،

”تنویر الحق کے جواب میں رسالہ ”معیار“ لکھا کہ اُس سے تمام مقلدین کیا اولیا  
اور کبار علماء و صلحاء، متقدمین و متاخرین مشرک و بدعتی ٹھہرے، سید صاحب کی  
ذات سے بعید ہے کہ ایسے واسطیات لکھیں اگرچہ اس کام سے وہ امصار و  
دیار میں ایسے بلام و غوار ہوتے ہیں کہ حاجت بیان کی نہیں، پر اس کو بھی انہوں  
نے اپنا نام ڈکھو مجھا۔“

نواب صاحب ائمہ مجتہدین کی راہ سے برگشتہ لوگوں کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں،  
”افسوس صد افسوس! ان لوگوں سے کہ مذہب مجتہدین خیر القرون کا چھوڑ کر تابع دار  
غیر مجتہدین ہم اس زمانہ فساد انگیز کی کرتے ہیں اور زبان طعن کی اکابر دین پر دن رات  
جاری رکھتے ہیں۔ بیت ۷

چوں خدا خواہ کہ پردہ کس درو  
میلش اندر طعنہ پاکاں زندہ

## انعام یافتہ وفادار

دیگر علماء اہل حدیث کی طرح میاں صاحب بھی برٹش گورنمنٹ کے دل و جان سے  
وفادار تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں پاس وفاداری کی خاطر حصہ نہ لیا۔ ان کے سوانح نگار  
نے جلی سُرخی قائم کی ہے،

”گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری (لو ایٹی) لہ

لہ محمد قطب الدین، نواب، تحفۃ العرب والعجم ص ۷

لہ ایضاً، ص ۱۱

لہ فضل حسین بہاری، الحیاة بعد الممات ص ۱۲۴



اس شہ سرخی کے تحت سوانح نگار لکھتے ہیں،

”حج کو جاتے وقت بھی جو چھٹی کمشنر دہلی وغیرہ نے میاں صاحب کو دی تھی، اس کی نقل سفر حج کے بیان میں ہدیہ ناظرین کی جائے گی، مگر اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے، زمانہ ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا، تو میاں صاحب نے نہ اس پر دستخط کیا نہ مہر۔ وہ خود فرلتے تھے کہ ”میاں وہ ہلڑ تھا“ بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ پیارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔؟ حشرات الارض خانہ براندازوں نے تمام دہلی کو خراب کیا، میران، تباہ اور برباد کر دیا، شرائط امارت و جہاد بالکل مفقود تھے، ہم نے تو اس فتوے پر دستخط نہیں کیا، مہر کیا کرتے اور کیا لکھتے؟ مفتی صدر الدین خاں صاحب چکڑ میں آگئے۔ بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھا یا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے مگر وہ باغیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے؟ لے یہ وہ جیتے ہوئے حقائق ہیں جو خود بخود سب کچھ ظاہر کر رہے ہیں، واقعات کو تو زمر و زکر ان سے من مانے نتائج نہیں نکالے گئے۔

### حالت جنگ میں درس جاری رہا

جن حضرات نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کسی طور پر بھی حصہ لیا۔ سقوط دہلی کے وقت ان پر نزع کی کیفیت طاری تھی، لیکن میاں صاحب پورے اطمینان کے ساتھ درس و تدریس میں مصروف تھے۔ اگر اس جنگ میں ان کا کوئی حصہ ہوتا یا انہیں کسی قسم کا خطرہ دامن گیر ہوتا تو حالت دیگر گوں ہوتی۔

”دوسرے امتحان میں ۱۸۵۷ء کے غدر میں آپ کامیاب ہوئے جس زمانے میں مولانا عبد اللہ غزنوی قدس سرہ آپ سے صحیح بخاری پڑھتے تھے اور صحن مسجد کے اوپر سے توپ کے گولے دنا دن گورتے تھے، یہاں تک کہ ایک فزیک گولہ حالت سبقت میں آکر گرا، مگر نہ آپ (میاں صاحب) ہراساں ہوئے اور نہ صحیح بخاری کو بند کیا اور جب تک انگریزوں نے دلی کو فتح کر کے اہل دلی کو نکال نہ دیا، آپ نے جان کے خوف سے دلی نہ چھوڑی۔“ لے

### جہاد باعث ہلاکت و معصیت

میاں صاحب کے فتووں کے مجموعہ فتاویٰ نذیریہ کی کتاب الامارۃ والجماد میں ایک سوال یہ ہے کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے، مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں، جب تک وہ نہ پائی جاتیں گی، جہاد نہ ہوگا۔ پھر فرضیت جہاد کی چار شرطیں بیان کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں،

”پس جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں، تو کیونکر جہاد ہوگا مگر نہ نہیں۔“ لے

خاص طور پر انگریزی اقتدار کے دور میں جہاد کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”علاوہ بریں ہم لوگ معاہدہ ہیں، سرکار سے عہد کیا ہوا ہے، پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں؟ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔“ لے

ایک سائل نے سوال کیا کہ ہندوستان میں جہاد بایز ہے یا نہیں؟ میاں صاحب جواب



میں جہاد کے جواز ہونے کی دو شرطیں بیان کر کے لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں شوکت و قوت اور قدرت سلاح و آلات مغفود ہے اور ایمان  
پیمان یہاں موجود ہے۔ پس جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی، تو جہاد کرنا  
یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہو گا۔“ لے

کتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ موجودہ حالات میں نہ صرف یہ کہ جہاد نہیں کیا جاسکتا  
بلکہ جہاد کرنا گناہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”مفسد پر اعانت مال نہیں، بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں و لہذا  
مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔“ لے

اس عبارت کا مطلب سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ مسلمانوں پر موجود بے بسی کے  
عالم میں جہاد فرض نہیں ہے۔ دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں:  
”رہا جہاد سنانی دین سے اور ہتھیاروں سے جہاد، ہم اور پر بیان کر چکے ہیں کہ نبیوں  
قرآن عظیم ہم مسلمانان ہند کو جہاد پر پا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بنانے والا  
مسلمانوں کا بدخواہ مبین۔“ لے

امام احمد رضا بریلوی نے جہاد کے ناجائز اور حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ  
مسلمانوں میں طاقت نہیں، لہذا جہاد واجب نہیں، اس فتوے کی بنا پر کیسے کیسے الزامات لگائے  
گئے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”مسلمانوں میں مشہور کیا گیا کہ وہ انگریزی استعمار کے ایجنٹ اور اُن کے لیے  
کام کر رہے ہیں۔“ لے (ترجمہ)

لے پندرہ روزہ تقاضے، لاہور بحوالہ فتاویٰ نذیریہ ج ۲، ص ۵-۲۸

لے احمد رضا بریلوی، امام، دوام العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۴۶

لے ایضاً: رسائل رضویہ (مکتبہ حامدیہ، لاہور) ج ۲، ص ۲۸

لے ظہیر البریلویہ ص ۴۳

مزید ترقی کرتے ہوئے کہا جاتا ہے:

”یہی بات ہندوستان میں انگریزی استعمار کے ایجنٹ اور بریلوی کے ہم عصر  
قادیانی نے بھی ترجمہ لے

اگر انصاف و دیانت کا کوئی حصہ دل کے کسی گوشے میں موجود ہے۔ اور خوفِ آخرت  
کا معمولی سا عکس بھی آئینۂ قلب پر جلوہ فگن ہے، تو انصاف سے بتائیے کہ فتویٰ کی یہ زبان  
میانِ نذیر حسین دہلوی کے بارے میں کیوں نہ استعمال کی جائے جو صرف جہاد کو ناجائز ہی نہیں بلکہ  
گناہ قرار دے رہے ہیں، مولوی محمد حسین بٹالوی پر یہ فتویٰ کیوں نہ لگایا جائے جو نہ صرف مسلمانانِ ہند  
پر جہاد کو حرام قرار دے رہے ہیں، بلکہ ان کے نزدیک نیا کے کسی بادشاہ کا گورنمنٹ سے جہاد جائز  
نہیں جیسے کہ اس سے پہلے اوراق میں گزر چکا۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اس حکم میں کیوں داخل  
نہیں، وہ تو حکومت کے وفادار اور جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

## انگریزی میم کی حفاظت

مولوی فضل حسین بہاری لکھتے ہیں:

”عین حالتِ غدر میں جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا، مسز  
لیسنس ایک رٹھی میم کو میاں صاحب رات کے وقت اٹھوا کر اپنے گھر لے آئے  
پناہ دی، علاج کیا، کھانا دیتے رہے۔ اس وقت اگر ظالم باغیوں کو خبر بھی پہنچتی  
تو آپ کے قتل اور خانماں بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ طرہ اس پر یہ تھا کہ پنجابی  
کڑھ والی مسجد کو تغلبا باغی دخل کئے ہوئے تھے، اُسی میں اس میم کو چھپاتے ہوئے  
تھے، مگر سارے تین مہینے تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ حویلی کے مکان میں کے

آدمی ہیں؟



تین مہینوں کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا، تب اس نیم جان کیم کو جو آب بالکل تندرست و توانا تھی، انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے صلے میں مبلغ ایک ہزار تین سو روپیہ اور مندرجہ ذیل سارٹیفکیٹس ملیں۔

عین اُس وقت جب مجاہدین پر قیامت گزر رہی تھی، میاں صاحب جان پر کھیل کر کیم کی جان بچاتے ہیں، ساڑھے تین ماہ تک بحفاظت اپنے گھر پر رکھتے ہیں اور جنگ کے خاتمے پر اسے انگریز کے حوالے کر کے ایک ہزار تین سو روپیہ (تین سو روپیہ موجودہ دور کے ایک لاکھ تیس ہزار روپے سے کسی طرح کم نہ ہوں گے) بطور انعام وصول کیے، حالت جنگ میں معمولات تدریس حسب معمول جاری ہے، اس کے باوجود انہیں استعماری انگریزی کا دشمن اور عظیم مجاہد قرار دیا جائے گا تو یہ تاریخ کے ساتھ بہت بڑی نا انصافی ہوگی۔

مشہور مورخ غلام رسول مہر لکھتے ہیں،

یہ بھی صحیح ہے کہ میاں نذیر حسین مرحوم نے ایک زخمی انگریز عورت کو جو بے بس پڑی تھی، اٹھا کر اپنے ہاں علاج کیا تھا، وہ تندرست ہو گئی اور اُسے اُس کی خواہش کے مطابق دہلی کا محاصرہ کرنے والی انگریزی فوج کے کیمپ میں پہنچا دیا تھا، مگر اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا اور کہا تھا یہ میرا اسلامی فرض تھا۔  
حیرت ہے کہ میاں صاحب ایک ہزار تین سو روپے اور تعریفی سٹیفکیٹ وصول کریں شمس العلماء کا خطاب بھی پاتیں، اس کے باوجود مہر صاحب کہتے ہیں کہ اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا۔ کیا یہ سب کچھ اسلامی فرض کی ادائیگی کے ضمن میں آئے گا؟

## سٹیفکیٹ (اعزاز پسند)

میاں صاحب کو مسز لیسنس کی حفاظت کے بدلے میں نہ صرف نقد انعام ملا بلکہ تعریفی سٹیفکیٹ بھی جاری کیے گئے۔ ذیل میں ایک سٹیفکیٹ کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے جس سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ اس کے علاوہ بھی متعدد سٹیفکیٹ وصول کیے گئے تھے۔

دہلی: مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء

از: ڈپٹی وائس فیلڈ افی شیننگ کمشنر

مولوی نذیر حسین اور ان کے بیٹے شریف حسین اور ان کے دوسرے گھر والے غدر کے زمانے میں مسز لیسنس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوئے۔ حالت مجروحی میں انہوں نے ان کا علاج کیا۔ ساڑھے تین مہینے اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دہلی کے برٹش کیمپ میں اُن کو پہنچا دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی انگریزی سٹیفکیٹس ایک آتش زدگی میں جو ان کے مکان واقع دہلی میں ہوئی تھی، جل گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اُن کا کہنا بہت ہی قریب امکان ہے۔ غالباً ان کو جنرل نیو ایل چیمبر لین، جنرل برنارڈ اور جنرل سائٹرو وغیرہم سے سٹیفکیٹس ملی تھیں۔ مجھ کو وہ واقعات اور مسز لیسنس کا کیمپ میں آنا اچھی طرح یاد ہے۔

ان لوگوں کو اس خدمت کے صلہ میں مبلغ دو سو اور چار سو روپیہ ملے تھے، مبلغ سات سو روپیہ بابت تاوان منہدم کیے جانے مکانات کے ان لوگوں کو عطا کیے گئے۔ یہ لوگ ہماری قوم سے حسن سلوک اور الطاف کے مستحق ہیں۔

۱۳۲-۳ ص ۱۲۷

۱۲۷ ص الحیاء بعد الممات

۲۶-۷ ص البرطیہ

۲۳۶ ص افادات مہر (شیخ غلام علی، لاہور)

۱۷ فضل حسین بہاری

۱۸ ظہیر

۱۹ غلام رسول مہر



## راولپنڈی کی نظربندی

فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر وفاداری کے باوجود میاں صاحب کو گرفتار کر کے ایک سال تک راولپنڈی میں نظربندی کیوں رکھا گیا؟ اس کا ایک جواب جو حقائق پر نہیں، بلکہ محض عقیدت پر مبنی ہے اور ”میریاں بھی پرانڈ“ کا مصداق ہے، یہ ہے:

”آخر میں انگریزوں نے وہابیہ کے خلاف کارروائی میں، اہل حدیث کے امام کبیر اور اُن کے قائد وزعیم شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کی گرفتاری کا فیصلہ کیا، لیکن وہ اُن کی علمی ہیبت، بلند مقام اور مسلمانوں میں اثر و نفوذ سے خائف تھے، اس لیے ان کے معاملے میں مجبور ہو گئے تاکہ مسلمان بھڑک نہ اٹھیں اور قیامت نہ آجائے، اس لیے کچھ عرصہ کی قید کے بعد انہیں رہا کرنا پڑا۔“ (ترجمہ)

لیکن حقائق کسی دوسری سمت اشارہ کر رہے ہیں۔ سر درست ایک سرٹیفکیٹ کا مطالعہ کیجئے جو حقیقت حال کے جاننے میں معاون ثابت ہوگا۔

مؤرخہ، ۱۸ اگست ۱۸۸۱ء

از: میجر جی۔ ای۔ ینگ کشنر

میں نے اس سرٹیفکیٹ کی اصل کو ملاحظہ کیا ہے، جو اس سے پہلے نقل کیا جا چکا ہے، اور مسنر لیسنس سے بھی مجھ کو وہ حالات معلوم ہوئے ہیں جو اس میں مندرج ہیں، یہ امر قرین امکان ہے کہ مولوی نذیر حسین اور شریف حسین کے بیان کیے ہوئے حالات نے مخالفوں کو ان کا دشمن بنا دیا ہے۔“ لے

ساتھ تین مافک انگریزی میم کو پناہ میں رکھا گیا، اس وقت تو مجاہدین کو کانوں کان

لے ظہیر

السبریلویہ

ص ۳۸

لے فضل حسین بہاری

الحیاء بعد المماۃ

ص ۱۳۳

خبر نہ ہوتی، تاہم بعد میں یہ خبر چھپی نہ رہ سکی، اس لیے جنگ آزادی کے جہادوں کا بہم نہ لایا گیا۔ اس سے قبل گورنر چکا ہے کہ پنجاب کے انگریزی اقتدار میں آجانے کے بعد سرحد میں مقیم ”مجاہدین“ کو کارروائی کے ختم کرنے کا حکم دیا گیا، کیونکہ انگریز کا مقصد پورا ہوجا تھا اور اس حکم پر عمل کرنے کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے سرحد جانے والے چندہ پر پابندی لگادی گئی اور تشدد اس قدر بڑھا کہ اہل سرحد کے ساتھ خط و کتابت رکھنے والوں پر بھی مقدمے قائم کر دیئے گئے۔ اسی ضمن میں میاں صاحب کی بھی خبری کر دی گئی کہ یہ بھی سرحد والوں سے خط و کتابت رکھتے ہیں،

”میاں صاحب پر بھی مواخذہ ہوا جو صرف مخبروں کی غلط خبر رسانی اور اہل کال کی غلطی پر مبنی تھا اور اپنا تحقیقات کامل کم و بیش ایک برس تک راولپنڈی کے جیل میں نظر بند رہے۔“

دہلی میں میاں صاحب کے مکان اور مسجد کی جب تلاشی ہوئی، تو دوسروں (اہل سرحد) کے بھیجے ہوئے خطوط بہ تعداد کثیر بے ٹھکانے دری پر، چٹائی پر، دری کے نیچے، چٹائی کے نیچے، چار پائی کے نیچے، کتابوں میں پائے گئے۔ پوچھا گیا کہ آپ کے ہاں اس قدر بکثرت خطوط کیوں آتے ہیں؟ آپ نے کہا کہ وجہ اس کی تو بھیجنے والوں سے پوچھنی چاہیے یا ان خطوط میں دیکھنا چاہیے۔“ لے

خطوط دیکھے گئے ان میں کوئی ایسی بات نہیں ملی جس سے انگریز کی مخالفت یا حکم عدولی کا سراغ مل سکے،

”خطوط جو پڑھے گئے تو ان میں اس کے سوا کیا دھرا تھا کہ فتویٰ کا سوال ذیل میں درج ہے۔ حضور اس کا جواب جلد ہیج دیں۔ فلاں مسئلے میں کیا حکم ہے۔ لے وغیرہ وغیرہ۔“

ص ۱۳۵

الحیاء بعد المماۃ

لے فضل حسین بہاری

ص ۱۳۶

لے ایضاً



ظاہر ہے ان خطوط میں انگریز دشمنی کا کوئی مواد نہ تھا، اس کے برعکس اس قسم کا کوئی فتویٰ مل سکتا تھا، پوچھا گیا کہ مولوی عبداللہ صاحب جو علاقہ خراسان میں ہیں، وہ امام وقت میں یا نہیں؟ یہ عبداللہ صاحب ”غیاہدین کے امیر تھے۔ میاں صاحب نے جواب میں امام اکبر کی شرائط بیان کرنے کے بعد لکھا،

”اب میں کہتا ہوں کہ مولوی عبداللہ جو علاقہ خراسان میں ہیں بسبب فقدان بشرط اول کے یعنی قریشی نہ ہونے کے امام نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ انصاری ہیں۔“ لہ جب میاں صاحب، عبداللہ صاحب کو امام ہی تسلیم نہیں کرتے، تو ان سے ربط و ضبط یا مالی امداد کیا معنی رکھتی ہے اور انگریز کو کھٹک کیوں باقی رہتی؟

الغرض بعد تحقیقات کامل یہ بات روز روشن کی طرح کھل گئی کہ ان پر نواخذہ جنس ناجائز ہے اور یہ بالکل بری الذمہ ہیں، اس لیے رہا کر دیئے گئے۔

یہ باتیں ہیں جو میاں صاحب کے ظاہر باطن کے یکساں ہونے پر دلالت کرتی ہیں، وہ جس طرح ۱۸۵۷ء میں مسز لسنس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوئے تھے، اسی طرح ۱۸۶۵ء کے مقدمہ بغاوت میں بھی بے لگاؤ ٹھہرے کہا جاتا ہے،

”جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا۔“ (ترجمہ) لہ

حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ میاں صاحب کے اہل حدیث سوانح نگار بھی اس جنگ کو غدر ہی قرار دے رہے ہیں، خود میاں صاحب کہتے تھے،

”میاں وہ ہلڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی۔“ لہ

لہ فتاویٰ ندیریہ (بحوالہ پندرہ روزہ تقاضے لاہور، ۱۸۵۷ء کا جہاد) ج ۳، ص ۲۸۲

لہ فضل حسین بہاری، الحیاء بعد المماتہ ص ۱۳۷

لہ ظہیر، البریلویہ ص ۳۷

لہ فضل حسین بہاری، الحیاء بعد المماتہ ص ۱۲۵

اس عنوان پر اگر علمائے اہل حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، تو ایک مبسوط مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے جو سرٹیفکیٹ نقل کیے جا چکے ہیں، وہ اس مقدمہ کے بعد کے ہیں۔

## سفر حج اور کشنزدہلی کی چٹھی

۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء میں میاں صاحب نے حج کا ارادہ کیا اور اس خیال سے کہ فی الغین جس طرح ۱۸۶۴ء کے مقدمہ میں غلط بیانی سے الجھا چکے ہیں، کہیں اس سفر میں بھی پریشان نہ کریں۔ کشنزدہلی سے مل کر یہ صورت حال بیان کی۔ کشن نے ایک چٹھی انہیں دہلی جو اُن کی وفاداری کا سرٹیفکیٹ تھی اور وہ یہ تھی،

”مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں، جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ وہ اپنے فرض دیارت کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد پا ہی گئے، وہ اُن کو مدد دے گا، کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔

دستخط: جے ڈی ٹریملٹ بنگال

سروس کشنزدہلی دسپرنٹنڈنٹ

۱۰ اگست ۱۸۸۳ء لہ

اللہ اکبر! انبیار و اولیاء سے استمداد و استعانت (جو تو سب ہی کی قسم ہے) کو شرک قرار دینے والوں کا گورنمنٹ انگریزی سے یوں استمداد و استعانت کرنا اور وہ بھی سفر حج میں کیونکر مقتضائے توحید بن گیا؟

لہ فضل حسین بہاری، الحیاء بعد المماتہ ص ۱۴۰



ایک چٹھی مسٹر لیسنس سے بھی حاصل کی، جنگ کے دنوں میں جس کی میم کو گھر میں پناہ دی تھی،

”دوسری چٹھی مسٹر لیسنس نے بنام کونسل جده کے دی جس میں آپ کی نیرغواہی زمانہ قدر کا مفصل بیان تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ ان کے مخالفین بھی بہت ہیں اور ان میں سے بعض مکہ معظمہ میں یہاں سے بھاگ کر مقیم ہو گئے ہیں مسٹر لیسنس نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ برٹش گورنمنٹ کانسل کا فرض ہے کہ ان کو ان کے مخالفین کے شرف و فساد سے بچائے۔ یہ چٹھی برٹش کانسل مقیم جده (مکتوب الیہ) نے اپنے پاس رکھ لی۔“ لے

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۶۴ء میں میاں صاحب پر جو مقدمہ قائم کیا تھا، وہ غلط منبری کی بنا پر تھا۔ اب انگریز کا دل ان کی طرف سے مکمل طور پر صاف ہو چکا تھا۔

### ہندوستان دارالامان

فضل حسین بہاری لکھتے ہیں،

”ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان فرماتے تھے، دارالہرب کبھی نہ کہا۔“ لے

### گورنمنٹ خدا کی رحمت

میاں صاحب کے تلمیذ خاص اور سفر جرج کے رفیق مولوی تملطف حسین نے ایک موقع پر پاشا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا،

لے فضل حسین بہاری، الحیاء بعد المماۃ ص ۱۴۰-۱۴۱ لے الیفتا، ص ۱۳۴

”ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لیے خدا کی رحمت ہے۔“ لے

امام احمد رضا بریلوی کا فتویٰ یہ تھا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے دارالہرب نہیں ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ”دواہم فتوے“ اس موقف کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ امام احمد رضا بریلوی کو اس موقف کی بنا پر آزادی وطن کی تحریکوں کا مخالف، جہاد کی حرمت کا قاتل اور دہریوں کی خوشنودی کے لیے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دینے والا قرار دیا جاتا ہے۔ لے کیا یہ سب فتوے میاں ندیر حسین اور ان کے شاگرد مولوی تملطف حسین پر بھی لگائے جائیں گے؟

لے فضل حسین بہاری، الحیاء بعد المماۃ ص ۱۶۲ لے ظہیر، ص ۴۰ البریلویۃ



## نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ابن اولاد حسن قنوجی ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے بھائی سے پھر فرخ آباد اور کانپور کے اساتذہ سے پڑھیں۔ پھر زیادہ تر درس نظامی کی کتابیں صدر الصدور مفتی صدر الدین خاں آذرہ سے پڑھ کر سند تحصیل حاصل کی۔ پھر بھوپال میں قاضی زین العابدین انصاری میمانی سے حدیث کا درس لیا۔

### زمین ترقی

۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء میں بھوپال کے محکمہ نظارت المعارف، پھر محکمہ دیوان الانشار میں ملازم ہوئے۔ ملکہ بھوپال نواب شاہجہاں بیگم بیوہ تھیں، ان کے شوہر نواب باقی محمد خاں کئی سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔

۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۲ء میں حکومت برطانیہ کے ایما پر ملکہ بھوپال نے نواب صاحب کے ساتھ نکاح کر لیا۔ نواب صاحب کا بیان ہے:

ثم تزوجت بی فی سنة ۱۲۸۸ھ بعد ما اجازتہ  
بذلک السلطنة البرطانیة فی عهد حکومت  
لاردمیو حاکم الہند نزیل دارالامارة ملکک

لہ عبدالحی کھنوی، حکیم، نذرۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۸۷

لہ ابوالحسن علی ندوی، نذرۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۸۷-۱۸۶

لہ ایضاً، ص ۱۸۹

گم نواب صدیق حسن بھوپالی: اجماع العلوم (مکتبہ قدوسیہ لاہور) ج ۳، ص ۲۸۴

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”جب دوسرا سال گزرا، رئیسہ معظمہ نے اپنی زوجیت سے مجھے عزت و افتخار

بخشا اور یہ امر باطلاع گورنمنٹ عالیہ و حسب مرضی سرکار انگلشیہ ظہور میں آیا۔“

اس جگہ قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر گورنمنٹ کو ملکہ کے نکاح کرنے اور خاص

طور پر نواب صاحب ہی کے ساتھ کیا دلچسپی تھی؟۔ نواب صاحب کے سوانح نگاروں

نے اس عقیدہ کو عمل نہیں کیا، لیکن اس سوال کا جواب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ نواب صاحب

گورنمنٹ کے انتخاب اور معیار پر پورے اترتے تھے، انہیں نوازنا مقصود تھا، اس لیے نواز اور

خوب نوازا۔ یہاں تک کہ ملکہ بھوپال کو ان کے ساتھ عقد پر مجبور کر دیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

میں جنہوں نے کسی طور پر حصہ لیا تھا، وہ یا تو اگلے جہان پہنچ چکے تھے یا کالے پانی اور جیلوں میں

زندگی کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ نواب صاحب ایسے نوگران و فاکونہ نوازا جانا تو کسے نوازا جانا؟

نواب صاحب لکھتے ہیں،

”یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج و عزت روز افزوں کا ہوا اور چوبیس

ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفرازی حاصل ہوئی اور خلعت

گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ و فیل و چنور پاکلی و شمشیر وغیرہ عنایت ہوا، بعد

چندے خطاب نوابی و امیر الملکی و والہا جاسی، افیشلنگ سے سر بلندی عطا فرمائی

اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس پر مزید مرحمت ہوئے۔“

یہ بھی نواب صاحب کا بیان ہے،

”ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ سے مذہب شیعہ یا حنفی رکھتے ہیں۔“

لہ صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان دہلیہ ص ۲۸

لہ ایضاً، ص ۲۸

لہ ایضاً، ص ۲۳



”اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کتر اہل حدیث ہیں۔ لہ  
نواب صاحب اور دیگر علماء اہل حدیث نے مسلمانان ہند کے قدیم اور اکثریت کے  
طریقے سے برأت کر کے الگ راہ اختیار کی؛

”ہم لوگ صرف کتاب و سنت کی دلیلوں کو اپنا نامہ دستور العمل ٹھہراتے ہیں؛  
اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عا کر تے ہیں۔  
حقیقت یہ ہے کہ احناف کتاب و سنت کے دلائل پر ہی عمل کرتے ہیں۔ وہ دلائل جو  
دنیا بھر کی مسلم آبادی کی اکثریت کے امام، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور  
اس مذہب کے دیگر ائمہ نے بیان کیے ہیں، جبکہ نواب صاحب اور ان کے ہم خیال اپنے  
فہم اور اپنے استدلال پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کے دلائل کو ناظر میں ہی  
نہیں لاتے۔ نواب صاحب کی یہی ادا گورنمنٹ کی نظروں میں باعث محبوبیت تھی۔  
”اور یہ آزادی ہماری مذاہب مروجہ جدیدہ سے عین مراد قانون انگلشیہ ہے۔  
حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں؛

وکان کثیر النقل عن القاضي الشوکانی وابن قیم  
وشیخ ابن تیمیۃ الحرانی وامثالہم، شدید  
التمسک بمختار اہم وکان لہ سوء ظن  
بائتمة الفقه والتصوف جدا، لاسیما ابی حنیفۃ  
قاضی شوکانی، ابن قیم اور ان کے شیخ ابن تیمیۃ حرانی وغیرہم کی عبارات بہت نقل

لہ صدیق حسن خاں محبوبالی، ترجمان دہلیہ ص ۵۷

۲۰ ص

۲۰ ص

ج ۸، ص ۱۹۱

نزیہۃ الخواطر

لہ عبدالحی لکھنوی، سکیم

کرتے اور ان کے مختارات کو شدت کے ساتھ اپناتے، وہ ائمہ فقہ و تصوف  
خصوصاً امام ابو حنیفہ سے بہت بدگمانی رکھتے تھے۔“

اسی طرز عمل کے پیش نظر نواب وحید الزماں نے لکھا تھا؛

”ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ  
ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا  
رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا  
بس اس کے پیچھے پڑ گئے، بُرا بھلا کہنے لگے، بھائیو! ذرا تو غور کرو اور انصاف کرو  
جب تم نے ابو حنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑی، تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی  
جو ان سے بہت متاثر ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ لہ

نواب صاحب کا دوسرا امتیازی وصف گورنمنٹ سے وفاداری تھا، چنانچہ ایک  
موقع پر کچھ مخالفین نے ان کے خلاف گورنمنٹ کے کان بھرنے چاہے؛

”مگر حکام عالی منزلت، یعنی کارپردازان دولت انگلشیہ کو چونکہ تجربہ اس  
ریاست کی خیر خواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس بے صولت و دولت کا نصیب  
ہو چکا ہے، اس لیے تہمت ان کی پایہ ثبوت کو نہ پہنچی۔“

جہاد کا عزم گناہ کبیرہ ہے

نواب صاحب لکھتے ہیں؛

”علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام  
والا مقام فرنگ فرماں روا ہیں۔ اس وقت سے یہ ملک دار الحرب ہے، یا

لہ محمد عبدالحلیم چشتی، حیات وحید الزماں (نور محمد راجی) ص ۱۰۲

لہ صدیق حسن خاں محبوبالی، ترجمان دہلیہ ص ۲۹



جو لوگ ارباب حکومتِ برطانیہ یا دوسرے لوگوں کے قتل پر اقدام کرتے ہیں وہ خود علم و دین سے محض بے بہرہ واقع ہوتے ہیں۔ جو شخص تحقیقی طور پر شریعت اسلام کو پہچانتا ہے، اس سے یہ بڑا جرم گناہ کبیرہ، سرزد نہیں ہو سکتا۔

### شرائطِ جہاد منقود ہیں

ساری دنیا میں کوئی معتقد اس امر کا کہ جہاد و قتال خاص سرکارِ انگلشیہ سے جائز ہے، دوسرے سے نہیں، سرگز نہیں، اس لیے کہ شرطیں اس عمل کی بنیاد منقود ہیں اور جمع ہونا ان شرطوں اور ضابطوں کا نہایت دشوار ہے۔“ لے

### ”عذر“ میں اہل حدیث نے حصہ نہیں لیا

”جتنے لوگوں نے عذر میں شرف و فساد کیا اور حکامِ انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے وہ سب کے سب متقلدانِ مذہبِ حنفی تھے، نہ متبعانِ حدیثِ نبویؐ“ لے

### جہاد نہیں فساد تھا

”اسی طرح زمانہ عذر میں جو لوگ سرکارِ انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی وہ جہاد نہ تھا، فساد تھا۔“ لے

### سب سے زیادہ خیر خواہ

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب،	ترجمانِ دہلیہ	ص ۳۰
لے ایضاً:	ص ۲۵	
لے ایضاً:	ص ۵۴	

دارالاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی؟ بلکہ عزمِ جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔ اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا سرگز روا نہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔“ لے

”وچوں برا اسلام باقی ماند جہاد روا یعنی یہ بلکہ گناہ ہے از گناہ و کبیرہ از کباتر باشد۔“ لے

اور جب ہندوستان دارالاسلام ہے، تو یہاں جہاد کا کیا مطلب؟ بلکہ گناہوں میں سے ایک گناہ اور کباتر میں سے ایک کبیرہ ہے۔

### ۱۸۵۷ء کے مجاہدین مرتکب کبیرہ

وآنکہ اقدام بر قتل اصحاب دولتِ برطانیہ یا دیگر مردمے کنند خود ایشان از علم و دین بے بہرہ محض افتادہ اند۔ ہر کہ شریعتِ اسلام را برودہ تحقیق می شناسد از دوسے سرگز این جرم کبیرہ سرزد نمی تواند شد۔“ لے

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب،	ترجمانِ دہلیہ	ص ۱۵
لے ایضاً:	عواد المواند، مطبع صدیقی، بھوپال،	ص ۳۴
لے ایضاً:	ص ۳۸	



”کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ ترغیر خواہ اور طالب امن و امان و آسائش رعایا کا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو آپ کو اہل سنت و حدیث کہتا ہے اور کسی مذہب خاص کا متقلد نہیں۔“ لے

## ملکہ بھوپال کے اعزازات

بھوپال میں اصل اقتدار نواب شاہجہاں بیگم کے پاس تھا، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ابجد العلوم کی تیسری جلد میں ملکہ کا تذکرہ کیا ہے اور خاص طور پر گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والے اعزازات کا ذکر کیا ہے۔ عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

● ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں ملکہ نے بمبئی کا سفر کیا، وہاں اُسے پہلے درجے کا بلند خطاب،

اور وزیر اعظم کے قلم سے ”ممبیر آف دی امپیریل آرڈر آف دکنڈکنڈر اشتاراف“، انڈیا کا شاہی نشان ملا اور وہ خاص اعزاز کے ساتھ خوش خوش بھوپال آئی۔

● ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں ملکہ دارالحکومت کلکتہ گئی اور وہاں ملکہ انگلستان کے بڑے

لڑکے اور ولی عہد پرنس آف ویلز سے ملاقات کی۔ پرنس نے ملکہ کی بہت تعظیم کی، گراں قدر تحفہ اور انگلستان کے مصنوعی قیمتی تحائف پیش کیے۔

● اس سے پہلے ویلز کے بھائی پرنس ایڈنبرا سے ملاقات کی تھی اور اس نے بھی ملکہ کی

انتہائی تعظیم کی تھی اور لندن سے ان کے لیے قیمتی اشیاء بھیجی تھیں اور حسب عادت میں بھی ان سفروں میں ان کے ساتھ تھا۔

● پھر ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں ملکہ نے دہلی کا سفر کیا اور انہیں عظیم الشان شاہی نشان

ملا جس پر لکھا ہوا تھا: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہ“

● گورنر جنرل نے ملکہ کو فرنگی تلوار، طلائی ٹپکا اور جڑاؤ صندوق دیا تھا اور ٹپکا میں خالص

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب، ترجمان و ماسیہ

ص ۵۸

میں زیب تن کرتے ہیں اور اس عظیم دربار اور بڑے اجتماع میں جہاں ہندوستان کے دور و نزدیک کے تمام رؤسا حاضر تھے، ماضی کی تاریخ میں ایسا پُر شوکت اجتماع نہیں ہوا ہوگا۔ ہمارے لیے ملکہ انگلینڈ کی طرف سے سترہ توپوں کی سلامی مقرر کی گئی جو ہمیں برطانیہ کے زیر نگین علاقہ میں جانے اور آنے پر پیش کی جاتے گی۔

● پھر ملکہ بھوپال کو ایک اور خطاب ”کراؤن آف انڈیا“ ملا، جس کا ترجمہ نواج ہند ہے۔

ان تمام محافل میں نواب صاحب کی حیثیت اگرچہ ثانوی تھی، تاہم برطانوی حکام کی نگاہ میں اُن کی وفاداری کسی طرح بھی مشکوک نہ تھی، ورنہ وہ نہیں ملکہ کے شوہر نامہ دار کی حیثیت سے کبھی تسلیم نہ کرتے۔ آخر میں نواب صاحب لکھتے ہیں:

”مختصر یہ کہ ملکہ اس آخری زمانے اور نادر عصر میں ان فضائل کی جامع

ہیں جو عورتوں میں کجا مردوں میں بھی بہت کم جمع ہوتے ہوں گے۔ وہ ان کمالات

کی حامل ہیں جو کچھ بیان سے تیر جہاں کی زبان قاصر ہے اور یہ اُن کے بلند مناقب کے

میدان سے ایک ذرہ اور اُن کی بزرگیوں کے دریاؤں سے ایک قطرہ ہے۔“ لے

## دورِ ابتلا

اس سے پہلے گورچکا ہے کہ نواب صاحب کے مخالفین انہیں حکومت کی نظروں میں گرانے

کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ دوسری طرف گورنمنٹ کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں زبردست

دھچکا لگ چکا تھا، اس لیے جس شخص کے بارے میں ذہن بلا بھی شبہ پیدا ہو جاتا، اس کے خلاف

شدید سے شدید تر کارروائی سے بھی گریز نہ کیا جاتا۔

انگریزی حکومت کے وکیل نے ازراہ دشمنی ہندوستان کے حکام کے پاس شکایت کی اور نواب

لے صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب، ابجد العلوم

ج ۳، ص ۲۵-۲۸

لے ایضاً: ص ۲۸۷



پر درج ذیل الزامات لگاتے:

۱۔ یہ تہمت لگائی گئی کہ انہوں نے اپنی بعض تالیفات میں جہاد کی ترغیب دی ہے۔

۲۔ وہ ہندوستان میں دیہاتی مذہب کی ترویج میں کوشاں ہیں اور اس مذہب والے ہیں جن پر انگریزی حکومت کچھ مثلاً بغاوت کی تہمت لگائی گئی ہے اور انہیں ذکا بہت شوق ہے۔

۳۔ انہوں نے ملکہ بھوپال شاہجہان بیگم کو شرعی پردہ پر مجبور کیا ہے تاکہ نواب صاحب کو حکومت کے کئی اختیارات حاصل ہو جائیں، وغیرہ وغیرہ۔ لے (ترجمہ)

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ انگریزی حکام سے پردے کے بغیر ملاقاتیں کرتی تھی اور نواب صاحب کی مجبوری یہ تھی کہ انہیں منع نہیں کر سکتے تھے نیز علی میاں (ابوالحسن علی ندوی) نے یہ بھی تصریح کر دی کہ وہاں پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کی تہمت لگائی گئی تھی، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

نواب صاحب کی تصنیف ترجمان دیہات اور موامد العوائد وغیرہ کے مطالعہ سے یقیناً روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ انگریزی حکومت کے ساتھ جہاد کو ناجائز اور گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔

”جب یہ ملک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی، بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔“ لے

اسی طرح وہ دیہاتی ہونے کی سختی سے تردید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

”جو لوگ ہند کے باشندوں کو دیہاتی ٹھہرا کر محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف

لے ابوالحسن علی ندوی ترجمہ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۰

لے صدیق حسن خان بھوپالی ترجمان دیہات ص ۱۵

منسوب کرتے ہیں، ان کی عقل پر خدا کی طرف سے پردہ پڑا ہوا ہے۔ لے  
لیکن نوشتہ تقدیر کون مٹا سکتا ہے۔ مخالفین کی شکایتیں رنگ لائیں اور  
۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں یہ کارروائی کی گئی:

فانتزعت من القاب الامارة والشرف التي  
منحته اياها الحكومة الانجليزية والغي الامر  
بإطلاق المدافع تعظيمائے

ان سے امارۃ اور عزت کے القاب سلب کر لیے گئے جو انہیں انگریزی حکومت  
نے عطا کیے تھے اور ازراہ تعظیم توہین داغنے کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا۔

### خدا یاد آیا

اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے کہ نواب صاحب دور دیہاتی میں فقہ اور تصوف کے ائمہ  
کے حق میں سونپن رکھتے تھے، لیکن اب جو وہ سب کچھ قصۂ پارینہ بن چکا تھا۔ ایسے عالم میں  
انسان کا رجوع اللہ تعالیٰ اور اللہ والوں کی طرف ہو جاتا ہے یہی ان کے ساتھ بھی ہوا۔  
حتیٰ اذہ وفق بالتوبة عما كان عليه من سوء الظن

بائسۃ الفقہ والتصوف وكتب ذلك في آخر مقالات  
الاحسان ومقامات العرفان وهو ترجمة فتوح الغيب  
للشيخ الامام عبد القادر الجيلاني رضي الله عنه وهو  
آخر مصنفاته ثم بعثه الى دار الطباعة فطبع و  
وصل اليه في ليلة توفى الى رحمة الله سبحانه

لے صدیق حسن خان بھوپالی ترجمان دیہات ص ۳۱

لے ابوالحسن علی ندوی ترجمہ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۰



فی تلك الليلة۔ لے

یہاں تک کہ انہیں فقہ و تصوف کے آثار کے حق میں بگمانی سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی۔ یہ بات انہوں نے مقالات الاحسان و مقامات العرفان کے آخر میں لکھی اور یہ شیخ، امام عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف فتوح الغیب کا ترجمہ ہے اور نواب صاحب کی آخری تصنیف، انہوں نے یہ کتاب پریس میں بھیج دی تھی اور اس رات چھپ کر پہنچی جس رات اُن کی وفات ہوئی۔

## وفات

۱۹ رجباً ذی الآخرة ۱۳۰۴ھ / ۱۸۹۰ء کو نواب صاحب کی وفات ہوئی، وقد صدر الامر من الحكومة الانجليزية ان يشيع ويدفن بتشریف لائق بالامراء واعيان الدولة كما كان لوبقیت له الالقاب الملوکیة والامراسیم الامیریة۔ لے

انگریزی حکومت نے حکم جاری کیا کہ انہیں نوابوں والی شان و شوکت کے ساتھ دفن کیا جائے، جیسے اس وقت دفن کیا جاتا، جبکہ اُن کے شاہی القاب اور امیرانہ نشانات برقرار ہوتے۔

## بحال

ماہ ذوالحجۃ ۱۳۰۴ھ / ۱۸۹۰ء میں وفات کے پانچ ماہ بعد حکومت نے لقب "نواب" بحال کر دیا۔

لے عبدالحمید لکھنوی، حکیم،  
لے ابوالحسن علی ندوی،  
نزہۃ الخواطر  
نزہۃ الخواطر  
ج ۸، ص ۳-۱۹۲  
ج ۸، ص ۱۹۱

وردت الیہ الحكومة لقب الامارة فواب  
فی سلخ ذی الحجۃ سنتہ سبع وثلاث مائة والفت۔

یعنی ایک بار پھر نواب صاحب انگریزی حکومت کے ہاں سرخرو قرار پائے اور بغاوت و جہاد وغیرہ کے شبہات غلط ثابت ہوئے، نواب صاحب کی روح اُس وقت یہ کہہ رہی ہوگی کہ  
کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ لے لی اُس رُودِ پشیمان کا پشیمان ہونا  
تصانیف

"نواب صاحب نے ۲۲ کتابیں لکھیں" لے

ولکنہ لا تخلوا تصانیفہ عن اشیاء، اما تلخیص  
او تجرید او نقل من لسان الی لسان (آخر)۔ لے  
لیکن ان کی تصانیف، تصنیف کے ذمے میں نہیں آتیں یا تو کسی کتاب  
کی تلخیص میں یا تجرید یا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی ہوئی ہیں۔

## دعوائی مجددیت

مولوی فضل حسین بہاری اہل حدیث لکھتے ہیں،  
نواب صدیق حسن خاں اور مولانا ابوالحسنات، مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم  
کے باہمی مباحثات کو جس نے دیکھا ہوگا، وہ دیکھ لے گا کہ اپنی اپنی زبان سے  
مجدد ہونے کا کیونکر دعویٰ کیا گیا؟ لے

لے ابوالحسن علی ندوی،  
لے ابوبکر خاں نوشہروی،  
لے عبدالحمید لکھنوی، حکیم،  
لے فضل حسین بہاری،  
نزہۃ الخواطر  
نزہۃ الخواطر  
ج ۸، ص ۱۹۰  
ج ۸، ص ۱۹۱  
الحیاء بعد المماۃ  
س ۸-۲۱۴



## ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

معروف قلم کار اور ادیب ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۲ء میں بجنور میں پیدا ہوئے۔ بجنور اور دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ دو سال کنجاہ، پنجاب میں مدرس رہے۔ پھر کانپور چلے آئے۔ تعزیرات ہند کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔

وكان يقع في الحديث الشريف وفي روايته و  
يقول هم جهال لا يعرفون العلوم الحكيمة ولا معاني  
الاحاديث الحقيقية - لہ

حدیث شریف اور اُس کے راویوں پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ جاہل تھے، علوم حکمیہ اور احادیث کے معانی حقیقیہ نہیں جانتے تھے

### ترجمہ قرآن

انہوں نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، عربی اور اردو میں مہارت کا دعویٰ رکھتے تھے،

ويؤخذ عليه انه قد يختار التعبير الذي لا  
يليق بالملك العلام وجلال الكلام لغرامه باستعمال  
ما جرى على لسان اهل اللغة وشاع في محاوره  
بعضهم لبعض وقد يتورد بذالك فيما يشير

لہ عبدالحی کصنوی حکیم، نذرہ الخواطر، ج ۸، ص ۶۹۴

عليه النقد واللائمة - لہ

اُن پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ترجمہ میں ایسے الفاظ لے آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور کلام الہی کی عظمت کے لائق نہیں ہیں، کیونکہ انہیں اہل زبان کے استعمال اور اُن کے محاورات سے بہت شغف ہے، اس لیے وہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کی بناء پر ان پر تنقید اور ملامت کی جاتی ہے۔

سرستید کے تعلیمی نظریات کے بڑے موید تھے۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں وہ دہلی میں رہے لیکن تحریک سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

پرنسپل ٹیلر نے محمد حسین آزاد کے گھر پناہ لی۔ ذکاء اللہ اپنے محبوب استاد پروفیسر رام چندر کی حفاظت کے لیے بھاگے بھاگے پھر رہے تھے اور نذیر احمد نے اپنے سسرال والوں کے تعاون سے ایک زرعی خاتون لیسنس کی جان بچائی۔ . . . . اگرچہ اس خیر خواہی کا سہرا خاندان کے دو بزرگوں (مولوی عبدالقادر اور مولوی نذیر حسین) کے سر ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس موقع پر نذیر احمد کی کارگزاری بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ تہ

### انگریز ہی سلطنت کے اہل ہیں

ڈپٹی صاحب ایک لیکچر میں کہتے ہیں:

لہ ابوالحسن علی ندوی، نذرہ الخواطر، ج ۸، ص ۶۹۴  
لہ اس لحاظ سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ قرآن کنز الایمان "بے نظیر ہے کہ اس میں  
الغظیم الوسیط اور احترام رسالت و نزول کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے ۱۲ قادری  
لہ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، مولوی نذیر احمد دہلوی (مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۸۰



۱۸۵۷ء کے غدر میں میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے بول تو سمٹ کر تھوڑے دنوں کے لیے سمندر میں بہو رہیں۔ یہی باغیانانہ اناقت اندیش برنود غلط جو عمداری کے تنزل سے خوش ہیں، چند روز میں عاجز اگر بہ منت انگریزوں کو منالائیں تو سہی۔ میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان کے اہل ہیں۔

ایک لیکچر کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

● "ہماری سلطنت جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہے۔"

● لا تعسدا وافی الارض بعد اصلاحها۔۔۔۔۔

پس ہم مسلمان تو مذہباً اطاعت حکام پر مجبور ہیں اور جو فعل موہم سرکشی ہو، ہمارا یہاں منہیات شرعیہ میں سے ہے۔

● انگریزوں کے ہم مسلمانان ہند پر اتنے حقوق ہیں کہ وہ اہل کتاب ہیں اور ہم سے عہد امن رکھتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ ان کی حکومت، حکومت صالحہ ہے۔

● انگریزوں کی حکومت اگر حکومت صالحہ نہ ہوتی، تاہم متامن ہونے کی حیثیت سے ان کی خیر خواہی اور اطاعت ہمارا فرض اسلامی ہوتا، کیفیت جبکہ امن، آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے اگر انگریز نہ آتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے۔

ڈاکٹر مفتی راجہ محمد صدیقی لکھتے ہیں:

لے افتخار احمد صدیقی: مولوی نذیر احمد دہلوی ص ۱۵۶

لے ایضاً: ص ۱۶۰

انہوں نے اپنے خطبات اور مذہبی تصانیف میں نہ صرف انگریزی حکومت کی اطاعت کی تلقین کی، بلکہ انگریزوں سے معاشرتی روابط پیدا کرنے کے حق میں بھی مذہبی دلائل پیش کیے۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ان الفاظ میں تلقین کرتے ہیں:

"آخر ہم ہندوؤں میں رہتے، ان سے ملتے جلتے ہیں اور ان کے ساتھ راہ و رسم رکھتے ہیں، تو انگریزوں کے ساتھ بدرجہ اولیٰ ہم کو دنیاوی ارتباط رکھنا چاہیے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے، کیونکہ دریا میں نہنا اور مگر مچھ سے بھر نہج نہیں سکتا۔"

## انعام

ڈپٹی نذیر احمد کی کتاب "مرآة العروس" پر حکومت نے گراں قدر انعام سے نوازا۔ مسٹر کیپٹن، ناظم تعلیمات صوبہ شمال مغربی نے ان کی کتابیں دیکھیں، تو پسند کیں اور فرمائش کی کہ ان کی نقلیں میرے پاس بھیج دو:

دو ماہ بعد انہوں نے اطلاع بھیجی کہ مرآت العروس ایک ہزار روپے کے اول انعام کے لیے حکومت کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ صوبے کے ایجنٹ گورنر سر ولیم میور نے اگرہ کے دربار میں انعام سے نوازا، مصنف کی عزت افزائی کے لیے اپنی جیب خاص سے ایک گھڑی مرحمت فرمائی۔ حکومت کی طرف سے کتاب کی دو ہزار جلدیں خریدی گئیں۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے سر ولیم میور کی شان میں ایک عربی قصیدہ لکھا جس کے چند

لے افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر: مولوی نذیر احمد دہلوی ص ۳۸۶

لے ایضاً: ص ۱۵۹

لے ایضاً: ص ۸۷



اشعار درج ذیل ہیں:

فانی اذا مارمت اظہار شکوکم  
تقصر عنه منطقی و بیانی  
ولم اقبل قط من نال غایۃ  
تخلف عنہما اهل کل زمان  
فقودی فلی فی الفد الف حاجۃ  
قضاء دیون و افتکاک رہان  
و غیر ہما مالا اکاد اعدھا  
وذا ساعتی صیغت من العقیان  
اقلدھا جیدی لیعلم اننی  
لسی ولیم فی سبقتہ الاحسان

میں جب آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، تو میری گفتگو اور قوت گویائی  
ساتھ نہیں دیتی۔

میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس نے اس سے پہلے وہ بلند مقام حاصل  
کیا ہو جس سے تمام اہل زمانہ پیچھے رہ گئے ہیں۔

ایک ہزار نقد میں میری ہزار حاجتیں ہیں، قرضوں کی ادائیگی اور رہن کی  
واگزار۔

ان کے علاوہ بے شمار حاجتیں ہیں، اور یہ گھڑی ہے جو سونے سے بنائی گئی ہے  
میں اسے اپنی گردن میں لٹکا کر رکھوں گا تاکہ معلوم ہو کہ میں سر ولیم کے  
قلادۂ احسان میں ہوں۔

## قاضی محمد سلیمان منصوب پوری

قاضی صاحب سیشن جج پیالہ اور مصنف رحمۃ للعالمین نے ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء  
کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پندرہویں سالانہ اجلاس آگرہ میں ایک طویل خطبہ دیا  
جس میں کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

### مقصد ششم

”اس کانفرنس کا حکومت کی وفاداری کے ساتھ ساتھ دینی و نبوی ترقی کا  
انتظام کرنا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا مجرمانہ سازش  
یا معاندتِ سلطنت کا روادار نہیں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا حکم  
وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یاد ہے اور ہمیشہ یاد  
رہنا چاہیے۔“

## مولوی ثناء اللہ امرتسری

مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری ۱۲۸۷ھ - ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی احمد اللہ  
امرتسری، مولوی عبدالمنان وزیر آبادی سے تعلیم پائی۔ دیوبند میں بھی پڑھتے رہے۔ کانپور میں  
مولانا احمد حسن کانپوری سے آخری کتابیں پڑھیں۔ تمام عمر امرتسر میں رہے۔ تقسیم کے بعد

لے محمد سلیمان منصوب پوری قاضی، خطبات سلیمان و سلیمان گنجی، سوہدہ گوہر (والہ) ص ۲۳۱



جو اہل سنت میں مسائل اعتقاد و جماعیہ میں اور آیات قرآنہ اُن پر شاہد ہیں اور علماء اہل سنت نے اپنی تفاسیر میں بالاتفاق جن آیات کی تفسیر ان مسائل کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے اُن سب آیتوں کو بتقلید کفرہ یونان و فرقہ ضالہ معتزلہ و قدریہ و جہمیہ خذلہم اللہ محرف و مبدل کر کے سبیل مومنین کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ویتبع غیر سبیل المؤمنین نو لہ ماتولیٰ ونصلہ جہنم وساءت مصیروا کا مصداق بنایا۔ لہ

یہ صرف مولوی عبدالحق غزنوی کی ذاتی رائے نہیں ہے، علامہ اور امرتسر، راولپنڈی، ملتان، مدراس اور دیوبند وغیرہ کے چوراسی ذمہ دار علماء نے اپنی تقریظوں میں الاربعین کی تائید کرتے ہوئے اس تفسیر کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور متقدمین کی تفاسیر کے معیاف قرار دیا ہے، ان میں اکثریت علماء اہل حدیث کی ہے۔ یہ تمام تقریظیں الاربعین میں شامل کر دی گئی ہیں۔

اہل حدیث کے امام مولوی عبد الجبار غزنوی لکھتے ہیں :

”مولوی مذکور نے اپنی تفسیر میں بہت جگہ تفسیر نبوی اور تفاسیر خیر قرون اور تفاسیر اہل سنت و جماعت کو چھوڑ کر تفسیر جمعیہ اور معتزلہ وغیرہ فرق ضالہ کو اختیار کیا..... بایں ہمہ اہل سنت و جماعت پھر اہل سنت میں فرقہ اہل حدیث کا دعویٰ کرنا اس کی دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے، بلکہ اہل حدیث تو دکن اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔“ ملہ

اہل حدیث کے وکیل مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

”تفسیر امر قسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے، تفسیر حکیم الامت کا خطاب

له عبد الحق غزنوی: الاربعین ص ۵

سٲ اىضاً الاربعين ص ٢٤

تفسیر یا تحریف؟

ان کی تصانیف میں سے تفسیر القرآن بکلام الرحمن عربی نے خوب شہرت پائی، اُن کے ہم مسلک اہل حدیث علماء نے اس تفسیر پر سخت تنقید کی۔ مولوی عبدالحی، مورخ لکھتے ہیں:

وقد تعقب علیہ بعض العلماء  
بعض علماء نے اس پر تعاقب کیا ہے۔

یہ تعاقب اتنا سرسری نہیں تھا، جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے مُسلم عالم مولوی عبداللہ غزنوی کے شاگرد مولوی عبدالحق غزنوی نے ایک رسالہ الاربعین میں چالیس ایسے مقامات کی نشان دہی کی ہے جو ان کے نزدیک قابلِ اعتراض تھے۔ اس تفسیر کے بارے میں ان کے تاثرات یہ ہیں:

”الفاظ غلط، معانی غلط، استدلال غلط، بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی۔“ تہ

حقیقت میں یہ بے انصاف، ناحق شناس، بدنام کنندہ، کھونا مہ چنہ  
ناحق اہل حدیث کو بدنام کر رہا ہے، بلکہ اہل حدیث سے بالکل مخالف اور اہل سنت و  
جماعت سے خارج ہے۔ فلاسفہ اور نیچریوں اور معتزلہ کا مقتدر ہے ناسخ  
و منسوخ، تقدیر، معجزات، کرامات، صفات باری، دیدار الہی، میزان،  
عذاب قبر، عرش، لوح محفوظ، دایۃ الارض، طلوع شمس از مغرب وغیرہ وغیرہ

۱۔ عبدالحی، عکیم: نزہۃ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۱، ص ۶-۹۵

س ۹۵

۳۰ عبد الحق غزنوی، الاربعین (لاہور نیشنل پبلشرز لاہور) ص ۳



دیا جائے تو رد ہے۔۔۔۔۔ اس کا معنی اس تفسیر سرایا الحداد و تحریف میں پورا مرزائی، پورا چکڑا مولوی اور چھٹا ہوا نیچری ہے۔ لے

اسی پر بس نہیں ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تجویز پر یہ مقدمہ سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز ابن سعود کے سامنے پیش کیا گیا۔ شاہ نے اپنے علمائے کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا۔ انہوں نے الاربعین کی تائید کی اور امرتسری صاحب کو تائب ہونے کے لیے کہا۔

شیخ عبداللہ بن سلیمان آل بلید نے اپنی رائے اس انداز میں ظاہر کی،  
”میں نے ان کو اہل حدیث اور اہل سنت کے مذہب و مسلک کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی، مگر باوجود ان سب باتوں کے انہوں نے اپنی غلطیوں پر اصرار کیا اور معاندانہ روش اختیار کی (ترجمہ)

ریاض کے قاضی شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ نے لکھا،  
”نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی اقتداء جائز ہے اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جائے اور نہ اس کی امامت صحیح ہے، میں نے اس پر حجت قائم کر دی، مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اس کے کفر اور مرتد ہونے میں شک نہیں۔“ لے

مولوی عبدالاحد خانپوری، اہل حدیث لکھتے ہیں،  
”اور ثناء اللہ ملحد زندقہ کا دین اللہ کا دین نہیں ہے، اس کا کچھ دین تو فکرافہ دہریہ نماد ہو صائبین کا ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن

لے عبدالحق غزنوی، الاربعین ص ۳۳  
لے عبدالعزیز، فیصلہ مکہ جمعیت مرکزیہ اہل حدیث ہند (لاہور) ص ۱۵  
لے ایضاً، ص ۱۷  
لے مزود کی جمع، بمعنی سرکش

میں ۱۰۰۰۰ اور کچھ دین اس کا ابو جہل کا ہے جو اس امت کا فرعون تھا بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔۔۔۔۔ پس وہ بحکم قرآن واجب القتل ہے۔“ لے  
یہ سب اہل حدیث کے ذمہ دار اور مستند علماء کے فتوے ہیں، مگر موجودہ دور کے اہل حدیث کے نزدیک وہ مسلم شیخ الاسلام ہیں۔  
”اہل حدیث امرتسری کے نامور مدیر شیخ الاسلام حضرت مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اب سوال یہ ہے کہ کیا امرتسری صاحب نے اپنے ان اقوال سے توبہ کر لی تھی جن کی بنا پر مذکورہ بالا فتوے لگائے گئے تھے اور اگر نہیں تو شیخ الاسلام کے معزز ترین لقب ہی کا پاس کیا ہوتا؟

### مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز

امرتسری صاحب مرزائیوں سے مناظرہ اور مقابلہ کرتے رہے، لیکن مرزائیوں کے بارے میں ان کا موقف کیا تھا؟ مولوی عبدالعزیز، سیکرٹری جمعیت مرکزیہ اہل حدیث، ہند کی زبانی سنئے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی، آپ مرزائی کیوں نہیں؟  
آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے، اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے مرزائیوں کی عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا۔ اس سے آپ نچ مرزائی کیوں نہیں ہوتے؟

لے عبدالاحد خانپوری، فیصلہ الحجازیہ السلطانیہ (امان مصر برقی پریس راولپنڈی) ص ۸  
لے ظہیر، مرزائیت اور اسلام ص ۱۴۸  
ب ایضاً، ص ۱۸۱  
لے عبدالعزیز، فیصلہ مکہ ص ۳۶



اس کے باوجود اگر انہیں شیخ الاسلام قرار دینے پر اصرار ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا اسلام ہے؟ خدا و رسول کا اسلام تو ہو نہیں سکتا۔

آخر میں برٹش گورنمنٹ کے بارے میں اُن کا نظریہ بھی دیکھ لیجئے۔

غلام رسول مہر اہل حدیث لکھتے ہیں،

”۱۹۲۲ء میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا اور اس میں مولانا شام اللہ مرحوم امرتسری بھی شریک تھے۔ وہ اہل حدیث کا نفرنس کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے ہمیں کانفرنس کے اغراض و مقاصد دیتے، تو اُن میں پہلی شق یہ تھی، ”حکومت برطانیہ سے وفاداری“

ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجئے۔ ہم ترک موالات کیسے بیٹھے ہیں، تو وہ سخت غصے میں آگئے، لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوا دی۔“

خیال فرمایا آپ نے کہ حکومت برطانیہ کی وفاداری کس قدر عزیز تھی؟ اکثریت نے اگرچہ یہ شق نکلوا دی، مگر امرتسری صاحب آخر تک اس شق کے حذف کرنے کو قبول نہ کر سکے، پھر اس شق کا نکلوانا بھی محل غور ہے، کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ۱۹۲۸ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پندرہویں میں جو اگرہ میں منعقد ہوا تھا۔ قاضی محمد ان منصور پوری نے اپنے خطبہ میں کانفرنس کا چھٹا مقصد حکومت کی وفاداری کو قرار دیا تھا۔

## اہل پیشانیاں

گزشتہ اوراق میں سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل دہلوی، میاں نذیر حسین دہلوی، مولوی محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن بھوپالی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، قاضی محمد سلیمان منھلوپوری اور مولوی شام اللہ امرتسری وغیرہم زعماء اہل حدیث کے انگریزی حکومت سے روابط و مراسم

لے غلام رسول مہر

افادات مہر (مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر پٹی، ص ۲۳۶)

لے عبدالرحیم عظیم آبادی،

الذرا المنثور رادی المطابع، مکتبہ پبلک اڈیشن، ٹائٹل ص ۲

اور وفاداری کے عہد و پیمان، ناقابل انکار شواہد اور حوالہ جات سے بیان کئے گئے ہیں، جن سے یہ حقیقت روز بروز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان حضرات کی اہلی پیشانیوں اور درخشاں جبینوں پر انگریز دشمنی کا داغ تک نہیں ہے۔ ان پر انگریز دشمنی کا الزام لگانے والا اُن کا دشمن تو ہو سکتا ہے، خیر خواہ اور عقیدت مند ہرگز نہیں ہو سکتا۔

## برٹش گورنمنٹ کے خطاب یافتگان

مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی نے ”الذرا المنثور فی تراجم اہل صافورت میں حکومت برطانیہ سے شمس العلماء یا خان بہادر کا خطاب پانے والے جن علماء اہل حدیث کا ذکر کیا، اُن کی فہرست پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل کے اندرونی صفحے پر دی ہے اور انگریزی حکومت کو گورنمنٹ عالیہ عادلہ کے القاب سے یاد کیا ہے اور حق شکر گزاری اس طرح ادا کیا ہے،

”خاص کفرۃ اہل حدیث کے لیے تو کسی اسلامی سلطنت میں بھی یہ آزادی مذہبی دکہ وہ بلا مزاحمت اپنے تمام ارکان دینی ادا کریں، نصیب نہیں جو برٹش حکومت میں انہیں حاصل ہے، پس ان کا فرض مذہبی و منصبی دونوں ہے کہ وہ ایسی عادل اور مہربان گورنمنٹ کی مطیع و فرمان بردار رعایا ہوں اور ہمیشہ دعا گوئے سلطنت رہیں، فتد برو تفکر ولا تکن من الغافلین“

اگلے صفحے پر اس فہرست کا مکس ملاحظہ ہو، یاد رہے کہ یہ صرف وہ خطاب یافتہ اہل حدیث ہیں، جن کا ذکر الذرا المنثور میں ہوا ہے، درندہ متبع اور تلاش سے یہ فہرست مزید طویل ہو سکتی ہے۔




الخط

۱- ناس چنگر ایک فرستادون حضرات کی گفتا ہوں کہ جبکہ ناہمی میں تکرہ میں درج ہوئے  
 میں اور انکو پہلی گورنمنٹ عالیہ طور کی طرف سے خطاب عطا ہوا ہے اور وہاں ملت میں پانچا میں  
 وہ میں کو جبکہ شمس الملکا کا خطاب کرت ہوا اور وہ میں جنگو خان پہلے کا خطاب بخشا گیا وہ وہاں  
 علی شمس الملکا بابت حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہ ساکن محلہ منچوہ و شہر شینہ  
 نمبر ۱- شمس الملکا بابت مولانا محمد حسن رحمت اللہ علیہ ساکن محلہ صادق پور شہر شینہ  
 نمبر ۲- شمس الملکا بابت مولانا عزیز مولوی عبدالرؤف مرحوم و مخفورا ساکن محلہ صادق پور شہر شینہ  
 نمبر ۳- شمس الملکا مولوی عبد علی صاحب اسام۔ لے پور فیروز پور سنٹرل کالج الہ آباد ساکن صادق پور شینہ  
 نمبر ۴- شمس الملکا بابت حضرت مولانا فیروز حسین بدین ظاہر شہر مولوی ساکن صورت بگٹھ ضلع موگیر  
 نمبر ۵- خان بدین صاحب قاضی سعید محمد اعلیٰ مرحوم ساکن قصبہ بارہ ضلع پٹنہ  
 نمبر ۶- خان بدین صاحب قاضی مولوی فزول احمد صاحب بدین ساکن گیا

چونکہ یہ خطابات بلا عوض کسی خدمت کے عوض براہ شفقت و مہربانی ضرور ادا و عنایت شاہد ہم مسلمان  
لوگوں کی عزت و افزائی و قدر شناسی کے لئے گورنمنٹ عالیہ نے رحمت فرمائی ہیں پس ہم سب  
مسلمانوں کو عموماً اور قزاق بل حدیث کو خصوصاً اور علی الخصوص خاندان صادق پور کو اسکا شکر یہ  
قولاً و فعلاً ادا کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کا فطری اور مذہبی شیوہ ہے  
کہ عمن کے احسان کا قولاً و فعلاً ادا کرین۔ جیسکہ جناب سرور کائنات مقرر موجودات  
رحمۃ العالمین کا ارشاد ہے لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس پھر کون مسلمان ہوگا  
جو اس پر عمل نہیں کرے گا۔ خاصکر قزاق بل حدیث کے لئے تو کسی اسلامی سلطنت  
میں بھی یہ آزادی مذہبی (کہ وہ بلا مزاحمت اپنے تمام امکان دینی ادا کریں) نصیب نہیں جو  
پرنس حکومت میں انھیں حاصل ہے۔ پس ہن کا فرض مذہبی و منصبی دونوں ہے کہ  
وہ ایسی عادل اور مہربان گورنمنٹ کی صلح و فرمان بردار رہیں اور ہمیشہ دوسرا  
کوئے مملکت زمین فتنہ بر و تفکر و لانتگن من العاطلین ۔

انڈیمے سے اُچارے مک



شیشے کے گھر

ارباب علم و صحافت کی نظر میں

## ترتیب

ممتاز احمد مدنی



حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ، پیر جوگوٹھ، سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبت محترم مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث  
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ اہل سنت کی قابل قدر شخصیت ہیں، وہ اپنی ذات کو  
درس و تدریس، تالیف و تصنیف کے لیے وقف کر چکے ہیں، مولانا موصوف  
معروف ترین اور ہمہ گیر شخصیت ہیں، متعدد درسی کتابوں کے تراجم اور حواشی لکھ چکے  
ہیں اور متعدد موضوعات پر ان کی تصانیف ان کے علم و فضل کا بین ثبوت ہیں ایک  
عالم متقی ہونے کے ساتھ خاموش طبع بھی ہیں۔

زیر نظر کتاب اندھیرے سے اجالے تک میں مولانا نے اغیار کی ملمع کا پردہ چاک  
کر دیا اور اپنی شستہ تحریر میں حقائق کو واشکاف کر دیا اور ثابت کر دیا کہ امام احمد رضا  
اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ بالکل بے سرو پا اور  
اور غلط ہیں اور جلتی پھرتی روایتوں اور افواہوں کا بھی قلع قمع کر دیا اور انصاف کے  
دامن سے وابستہ رہے ہوئے ہر بات پر قول باحوالہ درج کر دیا۔

بہر حال مولانا نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے حقیقت میں اس کا حق  
ادا کر دیا ہے، میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ بظہیل سید عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم انہیں صحت و سلامتی کے ساتھ مسلک اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت  
کی مزید توفیق عطا فرمائے

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

۱۵ جنوری ۱۹۸۸ء

فقیر تقدس علی قادری شیخ الجامعہ

جامعہ راشدیہ، پیر جوگوٹھ، خیر پور

(سندھ)

افسوس کہ حضرت تقدس ۳ رجب المرجب ۲۲ فروری ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء کو دارفانی سے رحلت

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

(ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ

وصحبہ اجمعین ط

اعلیٰ حضرت مجدد ملت الامام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور مسلک اہل سنت کی طرف سے عاتقہ المسامین کو بدظن کرنے کی جو ہمہ محاذین کی  
طرف سے شکم پروری کی خاطر عرصہ دراز سے چلائی گئی اس کی بنیاد دروغ گوئی  
اور الزام تراشی کے سوا اور کچھ نہ تھی جب وہ انتہائی کس مہر سی کی حالت میں مضحل ہو  
کردم توڑنے لگی تو اچانک سعودی خزانوں کے دھانے کھل گئے ریا لوں کی بھر مار شروع  
ہو گئی۔ بھر کیا تھا یار لوگوں نے خوب ہاتھ رنگے اور شکم پروری کے اس موقع سے جی

بھر کے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ملک اور بیرون ملک اس مذموم ہم کو  
بڑی تیزی سے چلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سعی نامساعد کا نتیجہ رسوائے زمانہ کتاب  
البریلویہ ہے جس کے بد باطن مؤلف نے اعلیٰ حضرت پر جھوٹے الزام لگائے  
اور مسلک اہل سنت کو مسخ کر کے کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کی صورت میں  
پیش کیا حقائق ثابتہ کو دجل و فریب کے پردوں اور چگتی ہوئی صداقتوں کو شکوک و

ادھام کی تاریکیوں میں چھپانے کی ناکام کوشش کی مگر انجوائے "ہر فرعون راموسے"  
اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فاضل جلیل حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری میڈان  
میں آئے اور انہوں نے اس کے رد میں "اندھیرے سے اجالے تک" کتاب لکھی  
جو اسم بامسمیٰ ہے حقیقت یہ ہے کہ فاضل مصنف نے مؤلف البریلویہ کے  
مکر و فریب اور دجل کے تمام پردوں کو چاک کر دیا اور علم و یقین کے نور سے شکوک و



اوبام کی ظلمتوں کو غیبت و نابود کر دیا ہے۔ اس کا جو حصہ سلمنے آیا ہے اس کے پڑھنے سے یقیناً ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ ہم اندھیرے سے اجالے تک پہنچ گئے مصنف مدوح نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ حقائق کو بے نقاب کیا ہے۔ مدلل اور مسکت جوابات دئے ہیں، انتہائی سلیس اور پاکیزہ انداز بیان ہے تحقیق اور انصاف کی روشنی میں اگر یہ کتاب پڑھی جائے تو پڑھنے والا مبہوت رہے گا حق یہی ہے جو "اندھیرے سے اجالے تک" کتاب کے مصنف نے لکھا۔

فاضل محترم مولانا محمد عبدالمکیم شرف قادری مستحق تحسین و آفرین ہیں کہ انہوں نے یہ بے نظیر کتاب لکھ کر حقائق کے چہروں سے نقاب اٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس تصنیف کو شرف قبول عطا فرمائے اور انہیں ان خدمات کے لیے زندہ و سلامت رکھے۔ آمین

سید احمد سعید فاضل، ۵ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ  
مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۸۶ء

حکیم محمد سعید دہلوی  
ہمدرد منزل - کراچی

محترم جناب محمد عبدالمکیم شرف قادری صاحب!  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مرسلہ کتابیں (۱) اندھیرے سے اجالے تک (۲) حیات امام اہل سنت (۳) اجالا (۴) امام احمد رضا بریلوی اپنوں اور غیروں کی نظر میں (۵) سلام رضا (۶) بہار شباب مع سوانح حیات (۷) قادیانی مرتد پر خدائی تلوار، ملیں۔

لے افسوس کہ حضرت غزالی زماں قدس سرہ ۲۵ رمضان المبارک ۲۷ جون ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء کو دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ

آپ کے ان تحائف کا شکریہ!

ساری کتابیں معلومات افزا ہیں اور ان سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے حالات و سوانح اور ان کے علمی کارناموں پر اچھے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے دعا ہے کہ ان کتابوں کو قبول عام نصیب ہو! آمین!

آپ کی اس کرم فرمائی کا شکریہ مکرر  
امید ہے کہ مزاج بر عافیت ہوگا۔

بر احترامات فزاواں

آپ کا مخلص  
حکیم محمد سعید

۷ ذیقعد ۱۴۰۶ھ

۱۵ جولائی ۱۹۸۶ء

مولانا محمد احمد مصباحی

جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا

"اندھیرے سے اجالے تک" آپ کا عظیم جماعتی اور علمی و تاریخی کارنامہ ہے جسے دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ اس کتاب کی چند خصوصیات ہیں :-

۱۔ البریلوی (احسان الہی ظہیر) کے ہر الزام کا جواب بسط و شرح سے پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ ہر موضوع سے متعلق امام احمد رضا کے حالات و خدمات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جو بجائے خود ایک سوانح خدمت ہے، جس کی روشنی میں الزامات خود ہی تاریک بوت کی طرح اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس طرح یہ کتاب ایک مثبت تحقیق کی بھی حامل ہے

۳۔ البریلوی کے افتراءات کا جواب بڑی ہی بردباری، علمی متانت و عقل



سجیدگی اور حوالوں کی پختگی کے ساتھ دیا گیا ہے، میری نظر میں یہ آپ کے قلم کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ ورنہ ظہیر نے جس عیاری و بے باکی کے ساتھ حقائق کو مسخ کرنے اور شخصیت کی مکروہ تصویر بنانے کی نارد اکوشش کی ہے وہ امام احمد رضا کے ہر معتقد کو شعلہ قلم بنانے کے لیے کافی ہے۔

سو سال بلکہ زیادہ عرصہ سے قادیانی، رافضی، نیچری، غیر مقلد، دیوبندی، سمجھی فرقے امام احمد رضا کے سخت مخالف ہیں، لیکن مخالفت، تعصب اور عناد کے باوجود امام احمد رضا کی فقہی مہارت، غیر معمولی ذہانت، قوت تحریر اور مختلف علوم و فنون میں کمال کے معترف رہے ہیں۔ لیکن احسان الہی ظہیر وہ پہلا شخص ہے جسے عناد و تعصب میں اس مرتبہ کمال تک ترقی ہوئی کہ امام احمد رضا کو ”سیئی الحافظ غائب لداع“ لکھا اور ان کی تصانیف کو ان کے متعلقین اور تلامذہ کا کا زنامہ شمار کیا۔ آخر ان متعلقین اور تلامذہ نے امام احمد رضا کے بعد یا ان کی زندگی ہی میں کوئی ایک ہی کتاب ان کے معیار کی لکھی ہوئی، ان کے لیے کون سا مانع تھا؟ جب وہ خود اپنے نام سے اپنی کتابیں شائع کرتے ہیں تو وہ بلندی فکر و استدلال نہیں ملتی جو امام احمد رضا کی کتابوں میں ہے۔

۴۔ اندھیرے سے اجالے تک کے تمام حوالے انتہائی دیانت داری سے پیش کیے گئے ہیں اور جملہ مندرجات کے ماخذ موجود ہیں، جب کہ البریلوئیہ میں لہیر کسی حوالہ کے امام رضا کے ابتدائی استاد مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کو قادیانی کا بھائی بنا دیا ہے اور جگہ جگہ حوالے تو دیئے ہیں لیکن عبارت بالکل مختلف ہے، اصل میں کچھ ہے اور البریلوئیہ میں کچھ۔

خدا کا شکر ہے کہ اہل سنت کے پاس حقائق ہی حقائق ہیں جن کا اجمال پھیلتے ہی اندھیرا غائب ہو جاتا ہے اور معاند کی پر تعصب کا کوشش فکر و قلم خاک

میں مل کر رہ جاتی ہے۔

۵۔ آپ کی کتاب اس لحاظ سے بھی ممتاز ہے کہ استطراد سے خالی ہے اور ایجاز و حسن بیان سے آراستہ ہے، حوالے اور دلائل زیادہ ہیں اور بے ضرورت خامہ فرسائی بالکل نہیں۔

۶ کتاب کی کتابت اور تصحیح بھی بہت عمدہ ہے۔ جب کہ اس زمانہ میں اکثر کتابیں غلط کتابت کی خاصی مقدار لیے ہوتی ہیں، غالباً پروف پر آپ کی بھی نظر گزری ہے۔

آپ نے اہل سنت کو ایک عظیم فرض کفایہ سے سبکدوش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ رب کریم آپ کو ہم تمام سینوں کی طرف سے اپنی شان کے لائق جزاؤں سے نوازے اور اس کتاب کے عربی ایڈیشن اور دیگر ابواب کی تکمیل کا سامان بھی احسن و اکمل طور پر بہت جلد فرمائے

دوشنبہ ۱۸ ربیع الثور ۱۴۰۶ھ  
۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء  
محمد احمد مصباحی بھیروی  
رکن الجمع الاسلامی، فیض العلوم  
محمد آباد، گوہند، اعظم گڑھ، یو۔ پی

پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل  
گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھ (سندھ)

نوازش نامہ اور تحفہ انیقہ موصول ہوئے۔ آپ نے بڑی محنت کی اور تحقیق کا حق ادا کر دیا، جزاکم اللہ! — مدلل، محقق، مختصر نگار، شات دور جدید کا تقاضا ہیں، آپ نے اس تقاضے کو بحسن و خوبی پورا فرمایا، آپ کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ دارین میں اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے آمین — آپ جن حالات میں کام کر رہے ہیں، ان حالات میں اہل عزیمت ہی کام کرتے ہیں مولیٰ تعالیٰ آپ کو ہمت و استقامت عطا فرمائے آمین!



آپ ان ممتاز اہل قلم میں سے ایک ہیں جن سے فقیر استفادہ کرتا ہے۔ آپ کی مساعی لائق تحسین و آفریں ہیں۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۱۴ نومبر ۱۹۸۵ء

مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی

شیخ الحدیث، سیال شریف

جناب کے مسئلہ دودعد عطیئے اندھیرے سے اجالے تک موصول ہوئے، بہت مستحسن کوشش ہے اور انتہائی مختصراً انداز بیان۔ اللہ تعالیٰ مزید برکات سے بہرہ ور فرمائے اور خدمت دین قوم کی توفیق رفیق خیر رفیق

ملک شیر محمد خاں، کالا باغ

آپ کی ارسال کردہ کتاب موسومہ اندھیرے سے اجالے تک موصول ہوئی، جس کے لیے اعماق قلب سے ممنون ہوں۔ میں اس کتاب کی طباعت کا منتظر تھا۔ کتاب موصول ہوتے ہی ایک ہی نشست میں پڑھ لی۔ فاضل مؤلف نے البریلوئیہ کے تمام اعتراضات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ انداز بیان دلکش، سنجیدہ اور مہذب ہے۔ فاضل مؤلف کے لیے بے ساختہ دل سے یہ دعا نکلتی ہے

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

والسلام خیر طلب

شیر محمد خاں لے

۲۴ اکتوبر ۸۵ء

اے افسوس کہ ملک صاحب ۱۳ جمادی الثانیہ ۲۳ فروری ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء کو دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

مترجم کتب حدیث — لاہور

اندھیرے سے اجالے تک، ندائے یار رسول اللہ اور مجموعہ رسائل متعلقہ رد ورفض، یہ تینوں آپ کی نگارشات بغور دیکھیں اور دوران مطالعہ بار بار آپ کے لیے دل سے دعائیں نکلتی رہیں۔ جزاک اللہ فی الدارین خیراً "علامہ" احسان الہی ظہیر صاحب کے الزامات کا جس عالمانہ اور فاضلانہ نشان سے بے سرو پا ہونا ثابت کیا ہے اور جس طرح صکت جوابات دیئے ہیں ان کے باعث آپ جملہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے شکر یہ کے مستحق ہیں۔ اپنی اس کاوش اور سعی مشکور کے باعث آپ نے اپنے رضوی ہونے کا منہ بولتا ثبوت فراہم کر دیا ہے

۳ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ اختر شاہ جہان پوری مظہری

۱۳ رمئی ۱۹۸۶ء

پروفیسر محمد ارشد، لیکچرر شعبہ تاریخ

کیڈٹ کالج، حسن ابدال.....

چند دن پہلے آپ کی کتاب شیشے کے گھر دیکھنے کا اتفاق ہوا، اپنے موضوع پر بہت اچھی اور لائق تحسین کوشش ہے اندھیرے سے اجالے تک آپ کی دوسری نسبتاً زیادہ ضخیم کتاب بھی پڑھ چکا ہوں۔ البریلوئیہ کا بہت چرچا سنا تھا راقم الحروف کو عربی پر دسترس نہیں ہے۔ اس لیے خود تو اس کا مطالعہ نہ کر سکا تھا اب آپ کی کتاب اندھیرے سے اجالے تک نے جو اس فریب کا پردہ چاک کیا ہے تو معلوم ہوا کہ البریلوئیہ کے مؤلف کتنی کھلی کھلی بددیانتیوں کے مرتکب ہوئے ہیں جو ایک عالم دین تو کیا ایک شریف انسان سے بھی متوقع نہیں ہوتیں

مخلص، محمد ارشد

۳۰ جون ۱۹۸۶ء



## علامہ اقبال احمد فاروقی، لاہور

غیر مقلدین کے خطیب و ادیب علامہ احسان الہی ظہیر صاحب نے اپنی بیمار عربی زبان میں البسملیوینہ لکھ کر دادی نجد کے نوکیلے ذہنوں کو خوش کر دیا تھا۔ اس کتاب کی غلط بیانیوں کو ہمارے فاضل دوست جناب مولانا محمد عبدالحکیم شرف نے اندھیرے سے اجالے تک میں آڑے ہاتھوں لیا، یہ کتاب نظریاتی افتی پر ایک لطیف اجالا بکھرتی ہوئی آئی۔

## محمد عالم مختار حق — لاہور

اندھیرے سے اجالے تک کا کئی دن ہوئے مطالعہ کر چکا ہوں اور اس انتظار میں تھا کہ اس کا حصہ دوم بھی نظر نواز ہو تو مطالعہ کے بعد اپنی گزارشات پیش کروں، مگر دوسرا حصہ غالباً ابھی تک منصہ شہود پر نہیں آیا۔ آپ نے جس انداز سے احسان الہی ظہیر صاحب کی رسوائی زمانہ کتاب البسملیوینہ کا تعاقب کیا ہے میں اس پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں، آپ نے غنیم کے مورچوں کو ہی صرف تہس نہس نہیں کیا بلکہ دشمن کے علاقہ میں گھس کر اسے ہینڈ زاپ کرنے پر مجبور کر دیا اور احسان الہی صاحب نے البسملیوینہ میں اپنی عربی دانی کا جو قلعہ تعمیر کیا تھا اسے اسکے اندرونی دوستوں کی معاونت ہی سے منہدم کر دیا۔ میری مراد اس اسلحہ سے ہے جو آپ کو ہفت روزہ اہل حدیث کے شماروں سے ملا، اسے کہتے ہیں اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے، مگر میں سمجھتا ہوں سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ کتاب کی اندرونی شہادتوں سے آپ نے احسان صاحب کے مبلغ علم کا جو پول کھولا ہے اور اس طرح جو اسے زخم پہنچا ہے وہ مدتوں ان کو سہلاتے رہیں گے۔ البتہ ایک بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ

آپ کی کتاب میں بھی اردو میں بعض غلطیاں رہ گئی ہیں جن میں گو اکثر غلط العوام ہیں مگر فریق مخالف کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تو آسکتا ہے

آپ کا محمد عالم

۲۱ جنوری ۱۹۸۶ء

## ارٹو سلطان مجاہد الطاہری

سینئر سول انجینئر..... اوکاڑا

آپ کی مختلف کتابیں نظر سے گزری ہیں مرکزی مجلس رضا کی کتاب میں بھی زیر مطالعہ رہی ہیں، ہمارے مسلک میں آپ ان مصنفین میں شمار کیے جاسکتے ہیں جن کی تحریریں ہلکے اور بازاری الفاظ سے مبرا ہیں، دراصل آج کے دور میں یہ تحریریں قابل قبول و ستائش رہ گئی ہیں، آپ ایسے مصنفین ہمارے لیے قابل فخر سرمایہ ہیں، جن کی نگارشات ہر طبقہ میں پسند کی جائیں۔ پراثر ہوں — ہم نے صرف اپنا نقطہ نظر پیش کرنا ہوتا ہے۔ دوسروں پر بے جا تنقید اور بے مقصد حملے دراصل صحیح موقف کو کو کمزور کر دیتے ہیں اور پڑھے لکھے لوگوں میں یہ تحریریں آج کل نفرت کی علامت سمجھی جاتی ہیں، ماشاء اللہ! آپ کی تحریریں ان آلائشوں سے پاک ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت آپ کو دی ہے۔ اس کا شکر ہے اور آپ کو مبارک ہو

آپ کا اسلامی ساتھی

۹ فروری ۱۹۸۶ء

سلطان مجاہد الطاہری

## سید محمد ریاست علی قادری

بانی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

اندھیرے سے اجالے تک پوری کتاب کا ترجمہ کرنے کا ارادہ ہے اگر یہ کتاب جدید عربی میں ترجمہ ہو گئی تو بہت مفید ہوگی، یہاں بندوبست



کر لیا ہے۔ آپ اپنی رائے سے مطلع کیجئے !

ماشاء اللہ ! بہت خوب لکھی ہے، ہم تمام عقیدتمندان اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمائیں

سید ریاست علی قادری

غلام مرتضیٰ سعیدی

فروکہ .... ضلع سرگودھا

میری طرف سے اپنی بے نظیر تصنیف اندھیرے سے اجالے تک کی اشاعت پر مبارک باد قبول فرمائیے۔ بندہ ایک طالب علم اور انجمن طلباء اسلام کا ایک ادنیٰ سا رکن ہے اس لیے جناب کے اس شہ پارے پر تبصرہ کرنا بندہ کے بس کی بات نہیں ہے مگر اتنا ضرور عرض ہے کہ آپ نے زبان زیادہ نرم استعمال کی ہے شاید آپ کے اعلیٰ اخلاق کا اثر ہو، مگر جو زبان البریلو تیرہ میں استعمال کی گئی ہے میرے خیال میں زبان ایسی ہی ہونی چاہیے تھی میں نے مذکورہ بالا کتاب نہیں پڑھی مگر جہاں کہیں آپ نے حوالہ جات نقل کیے ہیں تو اس عبارت کو پڑھ کر قلب و باطن میں اک آگ سی لگ جاتی ہے اور جواب دینے کی بجائے جی چاہتا ہے کہ اس دروغ گو کی زبان کاٹ دی جائے

غلام مرتضیٰ سعیدی

جرائد

احسان الہی ظہیر

سوال : کیا پاکستان میں بریلوی علماء کی طرف سے (البریلو تیرہ کے) جواب میں کوئی

کتاب نہیں لکھی گئی ؟

جواب : صرف چند پمفلٹ لکھے گئے ہیں دلیل کے ساتھ کوئی بات نہیں کی گئی تھی، محض دشنام طرازی سے کام لیا گیا تھا۔ مجھے اس پر حیرت بھی ہے کہ چار برس میں پورا عالم بریلویت میری اس کتاب کا جواب نہیں دے سکا ہے۔ حالانکہ ان میں بڑے بڑے مبشرات کے حاملین بھی شامل ہیں جن کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ انہیں بشارتیں ملتی ہیں اور بہت سے ایسے تیس مارخاں بھی ان میں شامل ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ان کے سامنے کسی دوسرے کا چراغ ہرگز نہیں جلتا کسی نے مجھے جواب دینے کی جرأت نہیں کی ہے (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، شمارہ فروری ۱۹۸۷ء ص ۳۴)

مولانا ابوداؤد محمد صادق

سرپرست ماہنامہ رمضان، مصطفیٰ، گوجرانوالہ

جن پمفلٹوں کا ظہیر صاحب نے ذکر کیا ہے ان میں دشنام طرازی نہیں کی گئی بلکہ خود ان کی دشنام طرازی و غلط بیانی کو بطور نمونہ مشتے از خروارے بیان کیا گیا ہے لہذا انہیں چاہیے تھا کہ اگر ان پمفلٹوں کی ایک ہی غلط بیانی ہوتی تو اس کی بھی صفائی پیش کرتے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرتے۔ مذکورہ پمفلٹوں کے جواب میں ان کی خاموشی نے ان کی ذات اور کتاب دونوں کو مشکوک و داغدار کر دیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ کتاب البریلو تیرہ کا کھلم کھلا رد و جواب اس لیے شائع نہیں کیا گیا کہ اس کتاب پر پابندی کی خبر آگئی تھی اور اس پر فرقہ واریت نے سخت واویلا بھی کیا تھا لہذا ظاہر ہے کہ پابندی کی خبر کے بعد جواب کی اشاعت پر بھی اثر پڑتا

تیسری بات یہ ہے کہ کتاب البریلو تیرہ کے مختلف پہلوؤں کے رد میں مولانا امجد علی



شرف صاحب نے اندھیرے سے اجالے تک، شیشے کے گھر، ندائے یار رسول اللہ جیسے مختلف عنوانات سے جواب شائع کیا ہے جس میں محض دلیل و متانت سے گفتگو کی گئی ہے، معلوم نہیں ظہیر صاحب کی نظر سے مولانا شرف صاحب موصوف کی تصانیف کیوں نہیں گزریں؟ یا مصلوٰۃ انہوں نے ان کے ذکر سے چشم پوشی کی ہے بہر حال یہ بھی ظہیر صاحب کی محض خوش فہمی و غلط بیانی ہے کہ ان کی مذکورہ کتاب کا جواب نہیں دیا گیا۔  
(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، لاہور شمارہ مارچ ۱۹۸۷ء ص ۳۰۰)

الجواب آئینہ میں چونکہ اپنی ہی صورت نظر آتی ہے اس لیے ظہیر صاحب کو اپنی دشنام طرازی کا جواب بھی دشنام طرازی کی صورت میں نظر آیا۔ بہتر ہوتا کہ ظہیر صاحب ”چند پمفلٹ“ کا نام بھی لکھ دیتے تاکہ ”قومی ڈائجسٹ“ اور ”رضائے مصطفیٰ“ کے قارئین کو وہ دیکھ کر ان کی سچائی کو پرکھنے کا موقع مل جاتا۔ اب ظہیر صاحب کو کھل کر یہ بتانا ہو گا کہ کیا؟  
مجددالائمہ: (من ہوا احمد رضا، علامہ شجاعت علی قادری کی ۲۱۶ صفحات کی عربی کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ اور کیا احسان الہی ظہیر نے اس کا جواب لکھا ہے؟

”اندھیرے سے اجالے تک“ فاضل محقق علامہ عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العالی کی ۲۷۸ صفحات کی کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں علامہ موصوف نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ظہیر کے جھوٹے الزامات کی دھجیاں بکھر دی ہیں۔

”شیشے کا گھر“: علامہ موصوف کی ۱۲۸ صفحات کی کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں فاضل محقق نے لکھا ہے کہ خود انگریز نوازی کا ”اتنا کمزور اور نازک ماضی رکھنے کے باوجود غیر مقلد بن (ظہیر وغیرہ) علماء اہل سنت پر انگریز نوازی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے۔ ان پر شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کاغذ اندازی کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے؟

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر میں پھینکتے  
دیوارِ آہنی پر حماقت تو دیکھئے

”ندائے یار رسول اللہ“: (مسئلہ توسل و استغاثہ) علامہ موصوف کی ۲۸ صفحات کی یہ ایکن افروز شائع کردہ کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں مسئلہ نداء و علم غیب اور توسل و استغاثہ پر مسکب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو مدلل و مفصل بیان کرنے کے علاوہ ظہیر صاحب کو ان کے گھر کا آئینہ بھی دکھایا گیا ہے۔

”مجموعہ رسائل“: (رد و وافض) علامہ موصوف کی ۸۸ صفحات کی شائع کردہ کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ظہیر کے شیعہ سے ہمنوائی کے بہتان کے پرچے اڑائے گئے ہیں۔

”مجموعہ رسائل“: (رد و مرزائیت) علامہ موصوف کی ۱۱۶ صفحات کی شائع کردہ کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ظہیر کے مرزائیوں سے بھائی چارے اور مرزا قادیانی کے بھائی کو اعلیٰ حضرت کا استناد قرار دینے پر ظہیر کی بے ایمانی و بددیانتی اور اس کی شقاوت و حماقت کا رد و یلغ فرمایا گیا ہے۔

نام نہاد: ”البر لویت“ کے رد و جواب میں وسیع پیمانہ پر اس قدر تحقیقی تاریخی اور مدلل و مفصل ششستہ و پانیرہ علمی ذخیرہ کی اشاعت کے باوجود ظہیر صاحب کے اس بیان پر کہ نام نہاد ”البر لویت“ کے جواب میں ”صرف چند پمفلٹ لکھے گئے ہیں“ اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے

الحاصل: ظہیر صاحب کے ایک ایک الزام و افتراء کے جواب میں پوری پوری کتاب کی اشاعت کے بعد صورت حال بدل چکی ہے اور اب مذکورہ کتب کا جواب الجواب اور اپنی کذب بیانی و بددیانتی کی صفائی پیش کرنا خود ان کے ذمہ ہے جیسا کہ فاضل محقق علامہ عبد الحکیم شرف قادری نے ان کی نشاندہی کی ہے۔  
(مولانا ابوداؤد محمد صادق مدظلہ، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، شمارہ مارچ ۱۹۸۷ء)



احسان الہی ظہیر صاحب نے البریلو بیت نامی ایک کتاب عربی میں لکھی ہے، جس میں بریلوی لوگوں کے مزعومہ و مفروضہ عقاید کی تردید کرنے کے علاوہ اپنی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی ذات والاصفات پر بھی رکباب حملے کیے گئے ہیں اور عجیب و غریب الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی عربی پڑھ کر مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ ان دنوں میں صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ بالوں اور ضمیروں سے کسی حد تک آگاہ ہو چکا تھا، مگر عربی لغات سے نا آشنا تھا۔ ایک دن خانقاہ شریف کے مال خانے میں بھینس کی ایک بچی — جسے ہماری زبان میں ”کٹی“ کہا جاتا ہے — بندھی ہوئی تھی اور دم ہلارہی تھی، سید محمود شاہ صاحب منظر نے مجھ سے پوچھا کہ کٹی پوچھل بلاندی اسے کٹی دم بلاتی ہے، کی عربی کیا ہوگی؟ مجھے ”کٹی“ کی عربی آتی تھی نہ ”پوچھل“ کی۔

اس لیے میں نے فی الفور کٹی کو عربی طریقے سے مونث کیا اور پوچھل کے ساتھ ضمیر لگائی اور کہا: الْكُتَى تُحْكِرُكُ پوچھلہا۔ شاہ صاحب اس عربی پر بہت ہنسے۔ اب بھی جب کبھی ہم دونوں عہد گزشتہ کی باتیں کر رہے ہوں تو اس واقعہ کو یاد کر کے خوب ہنستے ہیں۔

احسان صاحب کی اس کتاب میں بھی ایسی ہی عربی پائی جاتی ہے مثلاً ”رسید“ فارسی لفظ ہے۔ احسان صاحب کو شاید اس کا عربی متبادل معلوم نہ تھا، اس لیے ”رسید“ کو ہی تھی کر لیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

فَاتَّهَسُوا عَطَوُا لِلْعَصَاةِ الْبَغَاةِ رَسِيدَ الْجَنَّةِ۔ ۱۳۵

اسی طرح ”لوسہ“ بھی فارسی لفظ ہے۔ احسان صاحب نے اس سے ”یَبُوسُ“ بنا

لیا، صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم، ملاحظہ ہو ص ۱۳۸

تسمی اور بھی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

علامہ شرف صاحب کی زیر نظر کتاب — اندھیرے سے اجالے تک — احسان صاحب کی اسی کتاب البریلو بیت کا مسکت جواب ہے۔

یچیتیت مجموعی یہ ایک لاجواب کتاب ہے اور اس میں جو خاص بات ہے، وہ مصنف کی عالمانہ متانت ہے، جو کتاب کے صفحہ اول سے صفحہ آخر تک برقرار رہی، اور کہیں بھی جذباتی رنگ جھلکنے نہیں پاتا۔ بلاشبہ ایسی ہی کتابیں اہل علم میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور بلند پایہ لائبریریوں کی زینت بنتی ہیں۔

کتابت کی غلطیاں کہیں کہیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً مولانا رضا علی خان کے واقعہ کے بیان میں ”صورۃ“ کی جگہ ”سورۃ“ لکھا ہوا ہے، مگر اتنی ضخیم کتاب میں کتابت کی چند غلطیاں رہ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں، البتہ ص ۲۶۲ پر ایک مشہور شعر کو مولانا جامی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

نسبت خود لبسگت کردم و لبس منفعلم

زانکہ نسبت لبسگ کوئے تو شند بے ادبی

حالانکہ یہ شعر جان محمد قدسی کی اس مشہور عالم لغت کا ہے، جس کا مطلع ہے

مرجا سید مکی بدنی العسری

اس غلطی کی اصلاح ضروری ہے۔

طباعت اور کاغذ نہایت معیاری ہے۔

(تبصرہ نگار: قاضی عبداللہ دایم) ماہنامہ جام عرفان، ہری پور

شمارہ اکتوبر ۱۹۸۶ء ص ۴۸-۴۶

نوٹ: اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں امکانی حد تک غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی ہے جن جن حضرات نے غلطی کی نشاندہی فرمائی مصنف ان کے شکر گزار ہیں۔



## شیشے کے گھر

حضرت ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ

خاتما نقشبندیہ، مجددیہ، دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تازہ تالیف لطیف شیشے کے گھر شنبہ ۲۸ رمضان ۱۳۸۶ء جون کو دوسرے ڈاک سے ملے۔ آپ نے اچھا نام تجویز کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے۔

فَاَدَاكَ اللَّهُ فِي الْعِلْمِ بَسْطَةً

اس قسم کے علمی جواہر پارے وقتاً فوقتاً شائع فرماتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کی شوکت میں اضافہ فرمائے۔ آپ دارین میں عافیت سے رہیں

والسلام

زید ابوالحسن فاروقی

جمعہ ۵ شوال ۱۳۸۶ھ

۱۳ جون ۱۹۸۶ء

حکیم محمود احمد برکاتی

۱۳۸۸ء۔ لیاقت آباد نمبر ۳، کراچی ۱۹

شیشے کا گھر ملا، خوب ہے، بڑی محنت کی

ہے آپ نے، مگر بڑا کام ہو گیا، اہل حدیث حضرت کی سرگرمیاں عہد ضیائی میں تیز تر ہو گئی ہیں اور پراسرار بھی ہیں۔ اس فرقے کی تاریخ قبیل غدر سے ملت دشمنی اور

انگریز دوستی کی تاریخ ہے — حکیم صاحب محترم، حضرت حکیم نصیر الدین کراچی کو بھی ان کا نسخہ پہنچا دیا ہے — اللہ کرے آپ بخیر و عافیت ہوں

خاکسار

محمود احمد برکاتی

۲۰ جولائی ۱۹۸۶ء

مولانا نور احمد خاں فریدی

قصر الادب ۹۱۔ رائٹرز کالونی، ملتان

مرسلہ کتاب شیشے کا گھر موصول ہوئی، مناظرین کے لیے نہایت عمدہ کتاب ہے، اس کی تدوین میں خاصی محنت کی گئی ہے، میں نے شروع سے اخیر تک پڑھا اور کتاب اپنی جامع مسجد کے امام صاحب کو دے دی

۲۶ جون ۱۹۸۶ء

حکیم محمد حسین بدر چشتی

ڈیرہ نواب صاحب بہاولپور

مرکزی مجلس رضا کی نئی اشاعت شیشے کے گھر

موصول ہو گئی ہے، بہترین تحقیقی کوشش ہے۔ جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ ازراہ کرم اس کتاب کی دس کاپیاں مجھے بھجوائیں میں نے اپنے بعض محبین کو روانہ کرتی ہیں

والسلام

نیاز کیشن محمد حسین بدر چشتی

۱۳ افسوس کہ حکیم صاحب موصوف ۲ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دار فانی

سے رحلت فرما گئے رحمہ اللہ تعالیٰ



## محمد عالم مختار حق — لاہور

شیخ کے گھر کا کئی دنوں سے انتظار تھا،  
بھلا اللہ! دیر آید درست آید۔ بفضل اللہ! آپ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں حق  
ادا کر دیتے ہیں قلم کا بھی اور مضمون کا بھی، یہ مضمون بھی اہل حدیث حضرات کے منہ پر  
ایک زبردست طمانچہ ہے، کاشش! وہ اس پر غور کریں اور اپنی وہابیت سے تائب  
ہو جائیں، آپ نے غالباً اس کا کوئی نسخہ عبدالسلام خورشید صاحب کو بھی بھیج  
دیا جس کے باپ کے متعلق بعض لوگوں کا قیاس ہے کہ وہ بھی قادری تھے یا ان  
کے متعلق نرم گوشہ رکھتے تھے اور اس کتاب میں اس فرقہ کی بھی خبر لی گئی تھی، بھلا یہ  
بات خورشید صاحب کو کیسے بھاسکتی تھی؟ اس لیے انہوں نے ایسی کتابوں کی  
اشاعت پر اظہارِ ناپسندیدگی کیا ہے۔ کاشش! انہوں نے البریلوینہ کا  
بھی مطالعہ کیا ہوتا۔ مگر اس کے لیے عربی کا جانا ضروری تھا، اس لیے انہیں کیا  
معلوم؟ کہ ہم پر کتنے چر کے لگائے گئے ہیں؟

اے! بزمِ شاخ گل، افعیٰ گزیدہ بیل را

نواگر ان ناخوہ گزند را چہ خبر؟

بہر حال آپ نے خوب لکھا اور لطف یہ کہ انہی کے جوتے انہی کے سر۔ اسے  
کہتے ہیں جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔ آپ نے اشاعتِ السنۃ کے فائل بلاستیا  
دیجھے ہوتے تو مضمون کی کچھ اور ہی شان ہوتی۔ بہر حال یہ بھی بہت ہے

عقل مند را اشارہ کافی است

مگر اس ٹولہ کی عقل کو تو گاؤں خورد و گاؤں قصاب برد و گاؤں در راہ مرد۔ انا للہ!  
حسب عادت لبض الفاظ صحت طلب نظر آئے انہیں اگلے ایڈیشن میں درست

کرا لیجئے گا

فقط والسلام

آپ کا محمد عالم

۱۹ جولائی ۱۹۸۶ء

جرائد

ماہنامہ الاشرف، کراچی

شمارہ: نومبر ۱۹۸۶ء

زیر نظر کتاب میں اہل حدیث حضرات کی فکری اور سیاسی تاریخ  
کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے اور اس حقیقت کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ وہ لوگ جو  
علمائے اہل سنت پر انگریز نوازی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہیں خود ان کا  
ماضی کتنا کمزور اور نازک ہے۔ اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ ان لوگوں نے کس طرح انگریزوں  
کی حمایت کی اور اس کے مقابلے میں علماء اہل سنت کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھانہ  
رکھی۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مخالفین کی طرح خود  
ساختہ تنازع اخذ نہیں کیے گئے بلکہ ان کی کتابوں کے اقتباسات من و عن پیش کیے گئے  
ہیں۔

کتابت و طباعت کے لحاظ سے بھی یہ ایک معیاری کتاب ہے۔ اس کے مصنف  
حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اہل سنت کے جید عالم دین ہیں اور یہ کتاب  
ان کی تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے عوام اہل سنت اس سے فائدہ حاصل کر سکتے  
ہیں۔

(تبصرہ نگار: سید محمد اشرف جیلانی)



## ہفت روزہ الہام، بہاولپور

۶ جون ۱۹۸۶ء

مولانا احمد رضا خاں پر مدت سے الزام لگایا جا رہا ہے کہ وہ انگریزوں کے کاسہ لیس اور ان کی حکومت کے حامی تھے۔ لیکن آج تک کوئی مافی کالال ان کی تحریر و تقریر سے یہ ثبوت نہ کر سکا۔ اس کے برعکس اہل حدیث حضرات جو پہلے وہابیت سے ملقب کیے جاتے تھے اور مسلمہ طور پر سرکار پرست اور انگریزی حکومت کے مداح اور ہی خواہ رہے ہیں۔ اپنی تمام سالفہ روایات کو چھپا کر اہل سنت اور امام احمد رضا خاں بریلوی پر انگریز نوازی کا اتہام عائد کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

زیترہ کتاب میں انکو آئینہ دکھایا ہے اور ان کی تحریروں اور کتابوں سے یہ ثبوت کیا ہے کہ انگریزی حکومت کی کاسہ لسی کا طغہ دینے والے خود سب سے بڑے انگریزی حکومت نواز رہے ہیں۔ "سینٹس کے گھر" میں نواب صدیقی حسن خاں سے لے کر مولوی محمد حسین بٹالوی کی تحریروں تک بے شمار ایسے شواہد پیش کیے ہیں کہ غیر مقلدین کا انگریز پرست ہونا قطعی ظاہر ہے ان کا یہ کہنا کہ ان کے اکابر نے جہاد آزادی میں بے شمار قربانیاں دیں۔ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان حضرات نے مجاہدین آزادی کو سر بھرا اور بیوقوف گردانا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری بڑے محتاط صاحب قلم ہیں تحقیق و تاریخ پر ان کی گہری نظر ہے۔ باقی دیگر تصانیف میں بھی یہ پہلو ہمیشہ پیش نظر رہا ہے اور شیشے کے گھر میں بھی انھوں نے یہی طریق استعمال کیا ہے جو لوگ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر سنگ زنی کرتے ہیں انھیں پہلے اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہیے۔

## روزنامہ امن، لراچی

مجلس رضا کراچی نے امام اہل سنت مولانا شاہ رضا کی تعلیمات و خدمات دینی و علمی پر مبنی مطبوعات کا ایک سلسلہ جاری کیا ہوا ہے جس کی یہ نویں اشاعت ہے جس میں اکابر اہل حدیث کی مستند کتابوں کے اقتباسات کے حوالوں سے ان الزامات کی تردید کی گئی ہے کہ علمائے اہل سنت (مقلدین) انگریزی حکومت کے کبھی وفادار رہے ہوں یا انہوں نے سامراجی استبداد کو قبول کیا ہو۔

"تاریخی حوالوں سے ثبوت کیا گیا کہ برصغیر میں انگریزوں کی آمد تک بقول مولوی بشیر احمد دیوبندی "ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ (غیر مقلد) کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ اس فرقہ کا ظہور انگریز کی چشم التفات کا زمین منت ہے۔" عقائد سے متعلق اور برٹش سرکار سے روابط کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالغفر محدث، سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل، مولوی محمد حسین بٹالوی، نواب صدیقی حسن، ڈپٹی منیر احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مولوی شہداء امرتسری، مولانا غلام مہر اور بہت سے زعماء و علما کی تحریروں کے اقتباسات شامل کیے گئے ہیں۔ دراصل یہ کتاب ان کتابوں یا مضامین کے جواب میں مرتب کی گئی ہے جو علمائے اہل حدیث کی جانب سے متنازعہ موضوعات پر شائع ہوئی ہیں۔

ہمارے خیال میں امت مسلمہ آج جن حالات سے گزر رہی ہے اسے سیاسی سے زیادہ مذہبی ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔ دوسروں کے عقائد چھڑے بغیر اپنے عقائد کا اظہار و ابلاغ مناسب ہو گا۔ ورنہ اس پریشان کن ماحول میں فریقین کے اکابرین کو بدلتا ممت بنا کر امت مسلمہ کو مزید نفاق کی راہ پر لگانا ہے جو معروضی صورتحال میں مناسب نہ ہو گا جبکہ عام آدمی سے قطع نظر اہل علم و فکر اور مختلف مسائل کے



طلباء کی نظر سے ماضی میں جو کچھ ہوا وہ پوشیدہ نہیں۔ ایسے مباحث منافرت سے زیادہ مناقشوں اور مجاہدوں کا باعث بن سکتے ہیں۔ لیکن صحیحی ممکن ہے کہ فریقین پہل کرنے سے احتراز کریں ورنہ جواباً زلزلہ اور شیشے کے گھر جیسی کتابیں منظر عام پر آتی رہیں گی۔ تاہم یہ خوشی ہے کہ مؤلف نے روایتی جارحیت کے بجائے عالمانہ شائستگی، استدلال علمی اور آداب قلم ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اقتباسات کے ذریعہ التزمی رویے سے کام لیا ہے۔

(تبصرہ نگار: عاقل بریلوی)

### مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی

بعض بدشما وادرنا فرجام لوگوں نے اختلافات اور انتشار پھیلانے کے لیے کتابیں لکھی ہیں اور ان کے عزائم مشورہ سے ہماری تحریک (اتحاد) کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوا ہے۔ مگر ان کی پھیلائی ہوئی گراہیوں کو بے نقاب کرنے کے لیے اندھیرے سے اجالے ہم "اور شیشے کے گھر" جیسی تالیفات نے متلاشیان حق کے لیے کافی مواد فراہم کر دیا ہے اور قارئین کو بتا دیا ہے کہ کتاب و سنت میں کفار و منافقین کی بابت واضح اشارات کو شیع رسالت کے پردانوں پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔

اتحاد بین المسلمین حصہ دوم ص ۱۸ مکتبہ رضویہ، لاہور جنوری ۱۹۸۸ء

مکتبہ اسلامیہ لاہور  
ولمکتبہ  
۸۸-۲۰۰-۱۰۰۰ لاہور  
۸۸-۲۰۰-۱۰۰۰ لاہور



# دعوتِ عمل

- 1۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی کو ہر کام پر اولیت دیجئے۔ اسی طرح حرام و مکروہ کاموں اور بدعات سے اجتناب کیجئے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔
- 2۔ فریضہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام ترک و کوتاہی سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں ہے۔
- 3۔ خوش اخلاقی، حسن معاملہ اور وعدہ وفا کی کو اپنا شعار بنائیے۔
- 4۔ قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن قرض مُعاہدہ نہیں کیا جاتا ہے۔
- 5۔ قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لیے کام پاک کا بہترین ترجمہ کنزالایمان از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔
- 6۔ دینِ متین کی صحیح شناسائی کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو حضرات خود نہ پڑھ سکیں وہ اپنے پڑھے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سناتے۔
- 7۔ فاتحہ، عرس، میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی تقریبات میں کھانے، شیرینی اور پھولوں کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف بھی تقسیم کیجئے۔
- 8۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام و فرامین جاننے، ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے دعوتِ اسلامی کی تحریک میں شمولیت اختیار کیجئے۔
- 9۔ ہر شہر میں سستی لڑیکہ فراہم کرنے کے لیے کتب خانہ قائم کیجئے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت بھی۔
- 10۔ ہر شہر اور ہر محلہ میں لائبریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ تبلیغ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔
- 11۔ انجمن طلباء اسلام کی ہر ممکن امداد اور سرپرستی کیجئے۔
- 12۔ رضا اکیڈمی جسٹڈ لاہور کی رکنیت قبول کیجئے، رکنیت فارم اکیڈمی کے دفتر سے طلب کیجئے۔